رحمۃ اللہ علیہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا

رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاونڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے
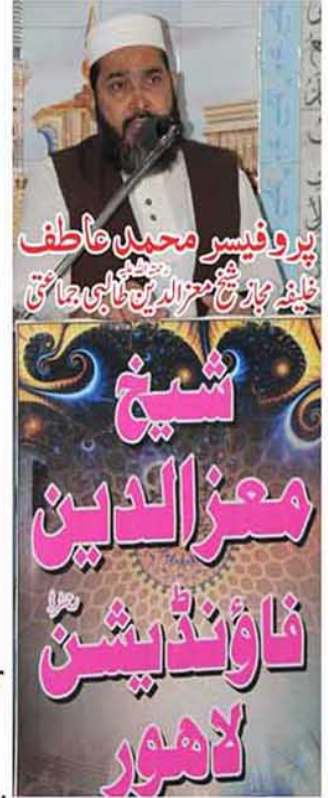
پروفیسر محمد عاطف
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی

شیخ معزالدین فاؤنڈیشن لاہور

1 1950 February
2 1950 March
3 1959 May June
4 1959 Sept October
5 1961 March
6 1961 September
7 1961 October Nov
8 1962 April
9 1962 January
10 1962 November
11 1962 December
12 1963 March
13 1964 May JUne
14 1964 JUNE
15 1965 March
16 1966 September
17 1966 October
18 1966 November
19 1967 October
20 1968 October Nov
21 1971 Agust
22 1971 December 1972 Jan
23 1971 May
24 1971 July
25 1971 Semptember
26 1972 April
27 1973 January
28 1973 September
29 1973 October
30 1973 November
31 1974 February
32 1974 April
33 1974 May June
34 1974 July
35 1974 May June
36 1975 Agust
37 1975 July
38 1975 May
39 1975 September
40 1976 Nov Dec
41 1976 Sep Oct
42 1977 March April

جلد ۵۹ — بابت ماہ ستمبر ۱۹۷۱ء — شمارہ ۱۸۵

ایڈیٹر
غلام رسول گوہر جماعتی

مدیر معاون
مولانا عبدالعزیز صاحب نقشبندی مرتضائی

بدل اشتراک

سالانہ چندہ	۵ روپے
معاونین سے	۱۰ روپے
سرپرست حضرات سے	۲۰ روپے

بھارتی خریدار پتہ ذیل پر چندہ بھیج کر رسید ڈاک ہمیں بھیج دیں
حاجی پیر محمد طاہر جماعتی محلہ تمباکو والا
مراد آباد (یوپی)

مقام اشاعت
اندرون کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

محمود حسین پرنٹر نے لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور سے چھپوا کر غلام رسول گوہر پبلشر نے کوٹ عثمان خاں قصور سے شائع کیا۔

فہرست

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا چندہ اس ماہ ختم ہو گیا لہٰذا آپ فوراً پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کیجئے۔ اگر خریداری مطلوب نہیں تو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دیجئے ورنہ آئندہ ماہ کا رسالہ بصورت وی پی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ (گوہر)

تیرے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

پاکستان ... اور جرائم کی کثرت

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جو اسلامی منشاء اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی مساعی اور کوششوں اور عزیز اور گراں مایہ قربانیوں اور فداکاریوں سے حاصل ہوا۔ جب پاکستان کے حصول کے لئے کوششیں اور تدابیر کی جا رہی تھیں اور اس کے لئے بارگاہِ رب العزت میں خلوصِ قلب سے گڑگڑا کر دعائیں کی جاتی تھیں اس وقت مسلمان کے دل میں یہ تصوّر تھا کہ ہمارے ملک میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور اس کا ہر چھوٹا بڑا باشندہ اسلامی تعلیم اور سنّتِ رسول مقبول کا آئینہ دار ہوگا۔ کالجوں اور مدارس میں قرآن وحدیث، تفسیر اور فقہ ایسے دینی علوم پڑھائے جائیں گے۔ اور ان علوم کے پڑھانے اور دینی معارف سے آگاہ اور آشنا کرنے کے لئے فاضل اور جیّد علماء دین جو دین اسلام کی جیتی جاگتی تصویر ہیں جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے متعیّن ہوں گے۔ مسجدیں آباد اور بارونق ہوں گی۔ کوئی تارک الصلوٰۃ اور بے نماز نہیں ہوگا۔ ہر مسلمان فرائض خداوندی اور طاعت وعبادت کا پابند ہوگا اگرچہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کے اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب ہر اس شخص کے لئے ضروری ہوگا جو مسلمان ہے۔ محرمات وفواحش ومنکرات کا کلی انسداد ہوگا۔ جرائم کے ارتکاب پر مجرموں کو بغیر کسی رورعایت کے تعزیرات شرعیہ کے سزائیں دی جائیں گی۔ شرعی تعزیرات اور حدود کے خوف سے ارتکاب جرائم کا کسی کو یارا نہیں ہوگا اور آہستہ آہستہ جرائم کا وجود پاکستان میں نہ صرف کم بلکہ عدم ہو جائے گا۔ تمام وہ ذرائع اور وسائل جو انسانی اخلاق اور اس کی شرافتِ نفس کو نقصان پہنچاتے ہیں معدوم کر دیئے جائیں گے۔ یا ان کی اصلاح اس طرح کر دی جائے گی کہ ان سے کسی مفسدہ اور معصیت کے جنم لینے کا کوئی احتمال ہی نہ رہے۔

اس وقت ہم مسلمانوں کے دلوں میں یہ تصوّر تھا کہ ہمارے حکام جہاں کہیں بھی ہوں گے مساجد میں آ کر صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر فریضہ نماز ادا کریں گے بلکہ خود نماز پڑھائیں گے۔ جمعہ اور عیدین کا خطبہ دیا کریں گے۔ عوام کے ساتھ اخلاقی طور پر مل جل کر رہیں گے اور نہایت سادہ زندگی گزاریں گے۔ تکلفات بیہودہ اور ممنوعہ کو اختیار کر کے اسراف تبذیر کے مرتکب نہیں ہوں گے اور مملکت کے مال و دولت کو نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے خرچ نہیں کریں گے۔ صدارت [illegible]ارت

میں صدیقؓ و فاروقؓ کی راہ اختیار کریں گے۔ ہمارے دلوں میں تصوّر تھا کہ انگریزوں کے ساتھ انگریزی بھی جائے گی، عربی، فارسی، اردو کا دور دورہ ہوگا۔ مسلمانوں کے بچے قرآن اور دیگر دینی علوم پڑھیں گے۔ اتوار کی بجائے ہمارے مدارس و مکاتیب میں جمعہ کی تعطیل ہوا کرے گی اور امصار و بلاد میں جمعہ کی شرائط کے مطابق ایک جگہ جمعہ ہوا کرے گا یا کسی عذر مسموع کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ دو جگہ ہوگا۔ ہمارا خیال تھا کہ عورتیں گھروں میں رہیں گی۔ کھلے منہ بے پردہ ہر وقت بازاروں میں، کالجوں میں سیرگاہوں میں اور کلبوں میں نہیں گھوما کریں گی۔ اور اگر کسی ضرورت کے واسطے باہر نکلنا بھی ہوگا تو زرق برق لباس میں پورے طور پر زیب و زینت سے حُسنِ نسوانی کو چمکا کر تنہا نہیں نکلیں گی تاکہ کسی فتنہ اور فساد کا شکار نہ ہو جائیں۔

اسی طرح کے بہت سے تصوّرات اور خیالات تھے مگر افسوس ان نیک خیالوں سے ایک خیال بھی اب تک پورا نہیں ہوا۔ حصولِ پاکستان میں جو جذبات اور نظریات کارفرما تھے وہ اب تک بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ ہمارے مخدوم حضرت امیرِ ملّت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہٗ علی پوری کی مساعی جو حصولِ پاکستان میں آپ نے پیرانہ سالی میں سرانجام دیں تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ تابندہ رہیں گی۔ اگرچہ موجودہ زمانہ کے اہلِ قلم امیرِ ملّت کی مساعی کو فراموش کئے ہوئے ہیں مگر آج سے تیس یا چالیس برس پہلے کے اخبارات اور کالم آج بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ پاکستان کی تعمیر میں آپ نے کیا کچھ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی دور اور قرن میں آج کے بعد کا مؤرخ انہی اخبار اور کالموں کا سہارا لے کر پاکستان کی تاریخ لکھتا ہوا حضرت امیرِ ملّت کو اس کا بانی اور معمار قرار دے۔

آپ نے مسلم لیگ میں قوت کی رُوح پھونکنے کے لئے اپنے کروڑوں عقیدت مندوں کو ڈنکے کی چوٹ فرمایا تھا کہ مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے۔ اور کانگرس کا جھنڈا کُفر کا جھنڈا ہے تم اسلام کا جھنڈا چاہتے ہو یا کفر کا؟ سب نے بیک زبان گردنوں کو خم کرتے ہوئے اقرار کیا تھا کہ ہم اسلام کا جھنڈا چاہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم لیگ اپنے عزائم و مقاصد میں کامیاب ہوئی۔ آپ نے حضرت قائداعظمؒ سے کئی ملاقاتیں کیں اور آپ نے کئی خطوط لکھے اور آپ نے قائداعظمؒ کو اپنے عقیدت مند کے ہاتھ جبکہ قائداعظم کشمیر میں تشریف رکھتے تھے اور آپ اس وقت حیدرآباد دکن میں تھے ایک نسخہ قرآن پاک کا اور ایک تلوار اور ایک جانماز بھیجی تھی اور ساتھ ہی دعا بھی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جس کام کے لئے آپ کوشاں ہیں آپ کو کامیاب کرے گا۔ آپ نے قائداعظمؒ کو یہ بھی فرمایا کہ جو کام آپ کر رہے ہیں حقیقت میں یہ کام میرا ہے۔ مگر میں چونکہ بوڑھا ہو گیا ہوں اس لئے یہ کام میرا ربّ آپ سے لے رہا ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کامیاب ہوں گے۔

اسی طرح دیگر اولیاء اور صوفیاء اور اس وقت کے علماء نے حصولِ پاکستان میں اپنی بساط کے مطابق جدوجہد کی اور کام کیا کیوں؟ اس لئے کہ پاکستان ہمارا ملک اسلامی ملک ہوگا۔ اس میں وہ نہ ہوگا جو انگریزوں کے دور میں تھا اور نہ وہ ہوگا جو ہندو

اقتدار حاصل کر کے ہم غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وہ ہوگا جو کتاب و سنت میں ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہوں گا کہ اب فسق و فجور اور فتنہ و فساد کا وہ زور شور ہے کہ انگریز کے عہدِ حکومت میں بھی نہیں تھا۔ جو جرائم آج بڑی دلیری اور آزادی کے ساتھ ہو رہے ہیں انگریز کے عہد میں ان کا تصور بھی نہیں تھا۔ اخبار بین حضرات پر روز روشن کی طرح یہ حقیقت آشکار ہے کہ قتل، زنا، شراب نوشی، بے حیائی، عریانی، ڈکیتی، چوری، اغوا اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ ان پر نہ کوئی سماجی ادارہ اور نہ پولیس اور نہ کوئی سرکاری ادارہ قابو پا سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ یہ گناہ ہم مسلمانوں سے ہو رہے ہیں جن کا قرآن پر ایمان ہے کہ یہ سچی اور حق کتاب ہے اور اس میں ہمیں ان گناہوں سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم چند جرائم کا جو اخبارات میں شائع ہوئے ہیں ذکر کرتے ہیں جن کے سامنے اسلامی غیرت کپٹ کر بے بس ہے اور شیطان خوشی میں ناچ کر زبانِ طنز سے کہہ رہا ہے کیا تم مسلمان ہو؟

ایک عورت کی عصمت دری

نوائے وقت یکم اگست۔ یاد رہے کہ خورشید بیگم کو یکم جولائی ۱۹۷۱ء کو ملزم فیروز دین نے اغوا کیا تھا۔ اغوا کے بعد وہ خورشید بیگم کو ڈسکہ لے آیا جہاں ڈسکہ کے تھانیدار محمد حسین اور اس کے ساتھی خوشی محمد اور فیروز دین نے مغویہ پر مجرمانہ حملے کئے۔ ملزمان بعد ازاں خورشید کو شاہ کوٹ لے گئے جہاں اسے ملزمہ حمیدہ بیگم کے مکان پر رکھا اور ملزم مغویہ کی آبروریزی کرتے رہے۔

ایضاً

شادی شدہ خاتون بشیراں اپنے دو بچوں کے ہمراہ تحصیل پسرور میں بوعمر میں اپنے بھائی عطاء اللہ سے ملنے کے لئے گئی۔ اس کے بھائی کے پاس سما کا نامی ایک شخص چوڑیوں کا کاروبار کرتا ہے جس کے ہاں چک بھرائیاں کا ایک شخص فیروز آیا جایا کرتا تھا۔ بشیراں کو جگر کی خرابی کا عارضہ تھا۔ فیروز اور سما کا نے بشیراں کو کہا دیا کہ قلعہ سوبھا سنگھ میں ایک حکیم ہے جو جگر کا علاج کرتا ہے۔ چنانچہ وہ بشیراں کو علاج کے لئے قلعہ سوبھا سنگھ لے گئے۔ وہاں پہنچ کر بتایا کہ حکیم کی دوکان بند ہے لہٰذا رات اپنے رشتہ داروں کے ہاں بسر کی جائے۔ صبح حکیم سے ملا جائے۔ چنانچہ وہ ایک رشتہ دار کے ہاں فروکش ہو گئے آدھی رات کو سجان۔ برکت۔ سلیمان اور اس کا بھائی بشیرا اور ستار دھوبی۔ خورشید پٹواری سکنہ دادو یا جوہ آگئے اور ساری رات اس کی آبروریزی کرتے رہے۔ دوسرے دن بشیراں کا نام غلط طور پر ظاہر کر کے اس کا مسمی برکت کے ساتھ زبردستی نکاح پڑھوایا (نوائے وقت یکم اگست ۱۹۷۱ء)

بھیگے ہوئے موسم کا مزہ کیوں نہیں لیتے

کراچی ۳۱ جولائی جمعرات کو جس وقت کراچی شدید بارش کی وجہ سے جل تھل ہو رہا تھا اور برکھا کی رت نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا تھا تین نونہال ملزم کو اس الزام میں گرفتار کر لیا گیا کہ وہ اس سہانے اور بھیگے موسم میں معقولیت کا دامن چھوڑ بیٹھے اور انہوں نے

توکل سرکلر ریلوے کی نمبر ۴ ڈاؤن کے ایک زنانہ ڈبہ میں داخل ہو کر اس میں سوار ہو کر لڑکیوں کو سنا کر "بھیگے ہوئے موسم کا مزہ کیوں نہیں لیتے" کا فلمی گانا گانا شروع کر دیا۔ لڑکیوں نے جب ان کی بداخلاقی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے پولیس کو اطلاع دی تو تینوں صاحبزادوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار شدگان کے نام توکل حسین۔ محمد مرزا اور محمد اقبال ہیں جنہیں رات کے وقت سٹی ریلوے سٹیشن کی حوالات میں بھیجدیا گیا۔

اسی طرح کے کئی جرائم ہر روز ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں جن سے انسانیت شرم و حیا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ آخر مسلمانوں میں جن کا اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان ہے اور یوم آخرت کے قائل اور جزا و سزا کا یقین رکھتے ہیں یہ آوارگی اور حد سے بڑھی ہوئی آزادی اور حیوانیت اور بہیمیت کیوں پیدا ہو گئی ہے۔ کیا انہیں انسان اور انسان کی نسل اور ذریت ہونے سے انکار ہے۔ اگر نہیں تو پھر وہ ان جرائم حیا سوز کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں۔ کیا وہ مسلمان اور مومن نہیں ہیں اگر ہیں تو کیا قرآن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں جرائم اور بد افعال سے سختی سے روکا نہیں ہے؟ یقیناً روکا ہے۔ تو پھر وہ کونسے عوامل ہیں جن سے متاثر ہو کر وہ ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس بات پر ہمارے معاشرہ کے ہر ذی شعور اور صاحب تدبّر اور علما کو غور کرنا چاہیئے اور حکومت کو چاہیئے کہ ہر ایسی تباہ کن یا تباہی کا موجب بننے والی چیز کا بزور حکومت انسداد کرے۔ اگرچہ غنڈہ گردی اور اس کے نقصان سے قوم و ملّت کو بچانے کے لئے حکومت نے بہت سخت قدم اٹھایا ہے۔ ان کو چن چن کر عمر بھر کے لئے کالی کوٹھریوں میں بند کیا گیا۔ ان کی جائیدادیں جو دھوکہ فریب اور غیر قانونی طور پر بنائی گئی تھیں ضبط کر لی گئیں مگر غنڈے اور بدمعاشوں کے وجود میں کمی نہیں آئی۔ چوریاں۔ ڈکیتیاں۔ سمگلری۔ دھوکہ فریب۔ قتل۔ اغوا۔ زنا بدکاری ایسے معیوب اور قبیح افعال اپنے عروج پر ہیں اور روز افزوں ان میں ترقی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بعض جوڑوں کو سر بازار چوراہوں اور ٹیلوں پر آپس میں حیا سوز اور گندی حرکات کرتے پکڑا گیا ہے۔ بعض عورتوں کو اس لئے پکڑا گیا کہ اڈوں پر کھڑی ہو کر لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں اور اپنی طرف مائل کر رہی ہیں۔ بعض نوجوان سکول اور کالج سے آتی ہوئی لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ بعض سائیکل سوار راہ چلتی لڑکی کا پرس لے کر نو دو گیارہ ہو گئے۔ بعض ٹانگوں اور ٹیکسیوں اور رکشوں میں سوار لیٹروں کے ہاتھ سے ہزاروں کا مال لٹا بیٹھے ہیں۔ کئی بدمعاش ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہیں اور محافظ سپاہیوں سے بھاگ نکلے ہیں۔ اور بعض مواقع میں ان کے بھاگنے میں چند سکّوں کی خاطر سپاہیوں نے ان کی اعانت کی ہے۔ احاطہ کچہری میں گولیاں چلی ہیں۔ چند دن ہوئے ایک جیب کترے کو جب مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہاں کھڑے کھڑے ایک آدمی کی جیب پر اس نے ہاتھ صاف کیا اور ایک سو روپیہ نکال لیا۔ حالانکہ ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔

یہ سب امور قابل غور ہیں۔ تمام علماء کو آج کل آپس کے جھگڑے اور اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر جرائم کی روک

تھام کے لئے مؤثر وعظ کرنا چاہیئے۔عوام الناس کو اسلام کی تعلیم میں افعال و اعمال ڈھالنے چاہئیں۔حکومت اور قانون کتاب اور سنت کے مطابق ہو۔ادبا اور شعرا دینی صلاحیتیوں کو بروئے کار لا کر قوم کی اصلاح میں مضمون اور افسانے اور نظمیں لکھیں عریانی اور فحاشی اور بے پردگی کا مکمل انسداد ہو۔محرمات کے لئے لائسنس جاری نہ کئے جائیں۔اسراف و تبذیر سے ہاتھ کوتاہ کرنا چاہیئے۔مستورات کو تعلیم ان کی حد تک دینا چاہیئے کہ گھر کے کام کو سنبھالیں اور دین کو سمجھیں اور نیک خاتون ہو کر اپنے گھر میں رہیں۔ اور شوہر کی اطاعت اور بچوں کی پرورش کریں اور بس۔اس کو وزیر سفیر اور کوئی عہدہ اور ملازمت مفوض کرنا اس کی شان کے لائق نہیں۔ لہذا زیادہ اونچی تعلیم کی اس کو ضرورت نہیں۔عورت کی تعلیم کی زیادتی نے اس کو مفسدہ میں ڈالا اور گھر کی چار دیواری کو پھاند کر باہر نکل آئی اور بے حیائی کا دور دورہ ہو گیا۔عزت و عصمت کا دیوالہ نکل گیا۔غنڈے اور بدمعاش، ہوس باز، نفس پرست، شہوت کے ہاتھوں اسیر خود بخود پیدا ہوتے چلے گئے۔یہاں تک کہ ان کی کثرت حد و شمار سے بھی انتہا کو پہنچ گئی اور معاصی کا سیلاب اس زور سے آیا کہ اب اس کے آگے کوئی بند لگایا جانا بہت مشکل ہو گیا ہے۔سینماؤں کی کثرت، فلمی گیت جو بے حیائی کا پلندہ ہیں ان کا وجود بھی قوم کو گمراہی کے راستہ پر لے جانے میں بڑا دخل رکھتا ہے۔آج وہی شاعر بڑی بڑی تنخواہ پا رہے ہیں اور قوم میں بہت اونچے شمار کئے جاتے ہیں جو حیا سوز گیت تیار کر کے ان کو نشر کرتے ہیں۔قوم کے ہر فرد کو نیک ہو جانا چاہیئے اور قوم کو اپنی ہر صلاحیت سے نیکی کی تعلیم دینی چاہیئے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق دے۔آمین

غلام رسول گوہر

پ الم۔سورۃ بقرہ

انوار القرآن

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝

"اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔سنیئے بے شک وہی فسادی ہیں اور لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔اور جب ان کو کہا جاتا ہے تم ایمان لاؤ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح کم عقل ایمان لائے۔سنیئے بے شک وہی کم عقل ہیں اور لیکن وہ علم نہیں رکھتے۔

(باقی بر صفحہ ۹)

جناب انجم صاحب وزیر آبادی

ذرۂ ناچیز سے وہ ماہِ کامل ہو گیا
یا نبیؐ جو تیرے دیوانوں میں شامل ہو گیا

باغِ رضواں کو بھلا خاطر میں کب لاتے ہیں وہ
سایۂ دیوارِ حضرت جن کو حاصل ہو گیا

سنگ ریزے ہو گئے گویا بفرمانِ نبیؐ
گاہے دوپارہ فلک پہ ماہِ کامل ہو گیا

ڈوب ہی جاتے سفینے بحرِ عصیاں میں مگر
دامنِ رحمت بڑھا اور بڑھ کے ساحل ہو گیا

مرحبا اے گنبدِ خضرا کہ تیری دید سے
طور کا ہمسر میرا کاشانۂ دل ہو گیا

یہ تجسس کے کرشمے یہ طلب کے معجزے
ذرہ ذرہ خاکِ یثرب کا مرا دل ہو گیا

چھا گیا دنیا پہ انجم صورتِ شمس و قمر
گنبدِ خضرا کی جانب جب سے مائل ہو گیا

(بقیہ صفحہ) تفسیر۔ یہ دو آیات بھی منافقوں کے بارے میں ہیں۔ وہ خباثتیں جو ان کے باطن میں چھپی ہوئی ہیں کبھی ان سے ظاہر ہوتی ہیں اگرچہ ان کو چھپانے کی وہ انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ بدی اور عیب کو آدمی کب تک چھپائے گا۔ ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر ہی رہے گا اور اس کی ذلت و فضیحت کا باعث بنے گا۔ منافقین کا ظاہر اگرچہ نیک تھا، شکل و شباہت سے کوئی ان پر بدگمانی نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے عداوت دین اور کفر پر منافقت اور جعل سازی کے نہایت دبیز پردے ڈالے ہوئے تھے۔ مگر جب وہ ایمان داروں سے جدا ہو کر اپنے دوستوں اور پرانے تعلق والوں کے ساتھ بیٹھتے تو ان کے خیالات کی جو ایمان اور دین کے خلاف ہوتے تائید کرتے بلکہ ان کو اسلام کے خلاف اپنی معاونت کا یقین دلاتے اور وہ کافروں کے ساتھ ہو کر اس فساد میں شریک ہوتے جو وہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنی مجلسوں میں گھڑتے کہ کفر کا خوب اظہار کرو اور جو کوئی اسلام کی طرف راغب اور مائل ہوتا نظر آئے ہر ممکن طریقے سے اس کو روکو۔ چنانچہ اظہار کفر اور اسلام سے روکنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ ان کی ان خفیہ چالوں کا اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم دیا اور حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پاک سے آپ کے اصحاب کو علم ہوا تو انہوں نے ان کو اسلام کے خلاف سازشیں تیار کرنے سے منع کیا۔ مگر انہوں نے کہا ہم فساد نہیں کرتے یعنی جھوٹ بولا۔ اور جھوٹ بولنا جیسا کہ اس سے قبل لکھا گیا ہے منافقین کی خصلت ہے، بلکہ ہر مجرم اور خطاکار کی خصلت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور منافقوں کے مابین جو مکالمہ ہوا اس کو اس طرح بیان فرمایا۔

اور جب ان منافقوں کو کہا جاتا ہے کہ تم کفر کر کے اور دوسرے لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے روک کر زمین میں فساد نہ کرو تو جواب میں اپنے آپ سے فساد کی نفی کرتے ہوئے اور جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو نیکی اور اصلاح کرتے ہیں۔ جس فساد کو تم ہماری طرف منسوب کرتے ہو اس سے تو ہمارا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال کو بیان فرماتے ہوئے کہا۔ "اے مسلمانو! سنو بے شک وہی فسادی ہیں اور لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے"۔ جب مسلمانوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بات کا علم ہوا کہ یہ لوگ اپنی زبان سے تو ایمان ایمان کرتے ہیں حالانکہ ایمان ان کے دلوں میں نہیں اترا اسی لئے اسلام کے خلاف شرارتیں کرتے ہیں اور اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی ناکام کوشش میں لگے رہتے ہیں تو انہوں نے یعنی مسلمانوں نے جب ان کو کہا کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح ایمان لاؤ تو انہوں نے جواب میں کہا کیا ہم جاہلوں اور کم عقلوں کی طرح ایمان لائیں یعنی ہم ان کے نقل کی اقتدا نہیں کریں گے اس لئے کہ وہ ہمارے نزدیک کم عقل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا [illegible] یہی لوگ کم عقل ہیں اور لیکن وہ اپنی کم عقلی کو جانتے نہیں۔

آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللّٰہ

انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور جب وہ جاتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں

يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ - ہم تو ان کو مسخری کرتے ہیں اللہ ان کو مسخری کا بدلہ دیتا ہے اور ان کو اُن کی سرکشی میں مہلت دیتا ہے کہ وہ سرگرداں رہیں - یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی مول لی - پس نہ نفع دیا ان کو ان کی تجارت نے اور نہ وہ راہ پانے والے ہیں"۔

ان آیات میں بھی منافقوں کے فریب اور ان کے دھوکہ کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ دراصل منافقت کی عمارت ہی دھوکہ اور فریب پر قائم ہوتی ہے۔ ہر ایک کے آگے جھکنا اور خوشامد کرنا منافق کا شیوہ ہوتا ہے حق گوئی اور حق پرستی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ ہوائے نفس کا بندہ اور لذاتِ دنیا کا طالب ہوتا ہے - اس کا یہ مفاد اور مطلب جس سے حاصل ہوتا نظر آئے وہ اسی کا کلمہ پڑھتا ہے۔ یہی حال حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد کے منافقین کا تھا جب مسلمانوں میں انہیں اپنا مفاد نظر آتا تو وہ ان کے ساتھ ہوتے۔ اور ان کا دم بھرتے اور جب کافروں میں اپنا مطلب پاتے تو ان کے دوست بن بیٹھتے - اسی حقیقت کو اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمایا:- کہ جب وہ ایمانداروں سے ملتے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا کافروں سے کوئی لگاؤ نہیں - اس کے بعد جب اپنے پرانے دوستوں اور اپنے حواریوں کے پاس مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر بیٹھتے ہیں اور وہ ان کو ملامت کرتے کہ تم تو مسلمان ہو گئے ہو تو کہتے کہ ہم تو ان کو ٹھٹھا کرتے ہیں - یعنی ان کا مذاق اُڑانے کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں - اللہ نے رد فرمایا کہ اللہ ان کو ٹھٹھا کرتا ہے - یعنی ان کو ان کے ٹھٹھے کی جو وہ مسلمانوں سے کرتے ہیں بدلہ دیتا ہے - بدلہ کو ٹھٹھا بطور مجاز کے کہا گیا یعنی ایسے گمراہوں کو اللہ جلدی ہلاک نہیں کرتا، بلکہ ان کو ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے کہ وہ اپنی گمراہی اور سرکشی میں حیران پھرتے رہیں - ان لوگوں نے عمر کا سرمایہ صرف کر کے بجائے ہدایت کے گمراہی مول لی - پس ان کو ان کی تجارت نے نفع نہ دیا بلکہ گھاٹا پایا اس لئے کہ دوزخ میں گئے اور ہمیشہ رہیں گے۔

مفسرین نے آیات مذکورہ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، عبداللہ بن سلول رئیس المنافقین کے پاس اس کو نصیحت کرنے کے لئے آئے تو اس نے ان کو دیکھتے ہی بڑی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کو مرحبا کہا اور ان کے فضائل اور خوبیوں سے ان کو یاد کیا - حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی چالاکی کو بھانپ لیا اور اس کو کہا - عبداللہ! مکر و فریب ترک کر دے وہی بات کھری اور قابل قبول ہوتی ہے جو دل سے نکلے - کسی کی اس کے سامنے نیکی بیان کرنا اور اس کے پیچھے اس کے عیوب اور برائیوں کا

دفتر کھولنا اچھا نہیں - ہم تیرے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تو دل سے ایمان لا اور مخلص ایمان دار رہ - اس میں تیرا دنیا و آخرت کا نفع ہے ورنہ خسران مبین ہے - اس نے کہا میں تو ایمان دار ہوں - اور جب یہ تینوں حضرات چلے آئے اور اس کو کافروں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے کا موقع ملا تو ان کو کہا - میں تمہارے ساتھ ہوں - میں تو ایمان داروں کو ٹھٹھا کرتا ہوں - اس پر اللہ تعالٰے نے اوپر کی آیات نازل فرمائیں اور اس کی باطنی اور اندرونی خیانت کو طشت ازبام کیا -

سبق :- ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ دھوکا اور فریب اور لوگوں کو ٹھٹھا مخول کرنا اور غیر مذہب والوں سے درپردہ میل جول رکھنا اور ان سے تنہائی میں ملنا اور ان کی سازشوں میں جو اہل حق کے خلاف ہیں ان میں خفیہ طور پر شریک ہونا منافقوں کی خصلت ہے - کئی لوگ سیدھے سادے اور کمزور لوگوں کو ٹھٹھا کرتے ہیں اور ان کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور آپس میں بھی فحش مذاق کرتے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں - یہ خصلت بہت بری ہے مسلمانوں کو اس سے خالص توبہ کرنی چاہیئے -

حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات سے ایک نے اپنی سوت کو جس کا قد چھوٹا تھا کہا یہ ایسی ہے ایسی ہے یعنی اس کے چھوٹا قد ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہنسی کی - حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بات بہت ناگوار گزری - آپ نے فرمایا یہ بات ایسی بری اور کڑوی ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ملایا جائے تو سمندر کا سارا پانی اس سے متعفن یا متغیر ہو جائے -

وفات حسرت آیات

قدوۃ الاولیاء، زبدۃ الاصفیاء رئیس الاطباء الحکماء عالی جناب حکیم خادم علی صاحب ماہ اگست کے اواخر میں بتقضائے الٰہی اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے - حکیم صاحب ایک بزرگ خدا رسیدہ شریف الطبع مجمع کمالات انسان تھے - آپ کو نہ صرف فن طب میں ید طولیٰ حاصل تھا بلکہ شرعیات میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا - آپ اردو - پنجابی اور فارسی و عربی زبان میں بہت اچھے شعر کہتے تھے - آپ کو رہبر طریقت جناب حافظ عبد الکریم نقشبندی سے خرقہ خلافت و سند اجازت حاصل تھی آپ کے مریدین و معتقدین بہت ہیں - آپ کو حضرت امیر ملت علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والہانہ محبت تھی - آپ اکثر علی پور شریف لایا کرتے تھے - حضرت امیر ملت آپ کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے - رسالہ انوار الصوفیہ سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا - حتی الامکان آپ اس کی امداد کرتے رہے - ادارہ انوار الصوفیہ دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین -
آپ کے صاحبزادہ جناب حکیم عبد الحئی صاحب و دیگر متعلقین کے غم میں ادارہ برابر کا شریک ہے -

ایڈیٹر کا نامہ نگار کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یا سمِ مُحمّدٍ رَّءُوفٌ رَّحِیۡمٌ

وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ (القرآن)

مندرجہ ذیل مضمون اپنے مندرجات کے لحاظ سے ہندوستان کو جہاد سے فتح کرنا اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعین کرنا اور یہ بتانا کہ خرچ بھی بہت ہوگا ایک پیشین گوئی کا حامل ہے جس کی بنیاد کشف والہام یا علم نجوم وغیرہ پر ہوتی ہے۔ قارئین کو دعوت فکر ونظر دیتا ہے۔ اس کو پڑھ کر ہر ایک اپنی رائے لقین کرنے کا حق رکھتا ہے۔

ایک پیغام

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی رضا کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے دین (اسلام) کی تبلیغ واشاعت اور ترویج وقیام کے لئے۔ ملک ہند فتح کرو!

اگر پاکستان کے مسلمانوں نے جہاد نہ کیا اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی قربانی نہ دی اور دہلی، لکھنؤ، پٹنہ، امرتسر، سرینگر، احمد آباد، کلکتہ، پنج مری، حیدرآباد دکن، بمبئی، مدراس، میسور، ترپندرم، نیپال اور انکا فتح نہ کیا تو ان کی کوئی عبادت (کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ورد قرآن مجید، ورد درود شریف وغیرہ) اور کوئی نیکی قبول نہ کی جائے گی اور قیامت کے دن اُن کے تمام اعمال اُن کے منہ پر واپس کر دیئے جائیں گے اور بلا استثناء سب کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

قاصد رسول اللہؐ

محمد

افسر الحق حیا غنی

۱۳۹۱ھ

لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

"اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے"
"حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کیلئے"

"ایک مشورہ"

"تاریخ کا ایک عظیم الشان جہاد"

دنیا کی "تاریخ کا ایک عظیم الشان جہاد" عنقریب شروع ہوگا جس میں مسلمین پاکستان، کافرین و مشرکین و منافقین ہندوستان سے جنگ کریں گے، ان پر فتح اور غلبہ پائیں گے اور کفر و شرک اور منافقت کی جڑیں "حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت کی سرزمین" سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

میں **پاکستان کے تمام مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو عمومیت کے ساتھ یہ پُرخلوص مشورہ** دیتا ہوں کہ وہ اس جہاد میں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ عملی طور پر حصہ لیں اور خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق، خلیفۂ دوم حضرت عمر، خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی اور خلیفۂ چہارم حضرت علی حیدر کرار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاک و منزہ سنتوں پر عمل کریں۔

تنبیہہ - جو مسلمان اس جہاد میں حصہ نہیں لیں گے۔ میں قیامت کے دن ان کا دامن گیر رہوں گا۔

تعداد - اس جہاد میں کم از کم دو کروڑ آزمودہ جوانوں کی ایک جدید ہتھیار بند فوج کی ضرورت ہوگی۔ اندازہ ہے کہ ایک کروڑ جوان "شہید" ہو کر "بقائے دوام" حاصل کریں گے اور باقی کے ایک کروڑ جوان "غازی" ہوں گے اور مستقبل میں ہندوستان کے حاکم ہوں گے۔

وقت - یہ جنگ اندازہ کے مطابق کم از کم چھ برس تک ورنہ بارہ برس یا اٹھارہ برس تک لڑی جائے گی (اگر مسلمان فوجوں کو روحانی برتری (روحانی کاملیت) اور مادی برتری (مادی کاملیت) دونوں حاصل ہوئیں تو انہیں چھ برس کے اندر فتح حاصل ہو جائے گی)

مقام۔ یہ جنگ ہندوستان کے شمالی کونے سے جنوبی کونے تک اور مغربی کونے سے مشرقی کونے تک بنیال اور سیلون سمیت چپہ چپہ پر لڑی جائے گی۔

خرچ۔ اس جنگ کے دوران بے شمار روپیہ خرچ ہو گا۔ کل خرچ کا اندازہ لگانا دشوار ہے مگر یہ یقیناً اربوں سے کسی صورت میں کم نہ ہو گا بلکہ کھربوں تک ہو گا۔

آخر میں میں مملکت خداداد پاکستان کی تمام سیاسی پارٹیوں کے سربراہوں اور ارکان سے اور حضرت خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی امت کے تمام فرقوں اور طبقوں کے شیوخ وصدور واکابرین اور افراد سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپس کے اختلافات یک لخت ختم کر دیں اور یک جان ہو کر اس جہاد میں دل کھول کر حصہ لیں۔ میں ان سب کو یاد دلاتا ہوں کہ ہم سب کا معبود خدا ایک اللہ ہے۔ ہم سب کا نبی رسول ایک محمدؐ ہے۔ ہم سب کا امام مصحف ایک قرآن ہے۔ ہم سب کا دین مذہب ایک اسلام ہے۔ ہم سب کا مجموعہ ایک امت ہے اور ہم سب ایک ہیں۔

حامد حمید بہاول نگر

کرامات حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جب کسی ولی سے کوئی کرامت ظاہر ہوتی ہے تو وہ دراصل اُس کے نبی کا ہی معجزہ ہوتا ہے۔ لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کی کرامتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہی ہیں جو آپ کی اور دین کی صداقت پر تا قیامت دال رہیں گے۔

جو لوگ ایمان سے خالی ہیں ان کرامات کو پڑھ کر ان کے دل میں ایمان پیدا ہو سکتا ہے اور انہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ جب اولیاء کی جو اُمتی ہیں یہ شان ہے تو اس امت کے سردار فخر دو عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا اونچا درجہ ہو گا۔ نیز ایمان داروں کی ایمانی قوت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ذیل میں ہم "جمال اولیاء" سے دو کرامات مخلصاً ناظرین انوار الصوفیہ کی خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں۔

کرامت ۱۔ شیخ عبداللہ خجندی کا بیان ہے کہ میرے دل میں بیعت ہونے کا بہت شوق تھا۔ میرے دل میں عشق کی آگ لگی تھی۔ میں حیران پریشان حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا۔ پھر ایک مسجد میں جا کر سو گیا

تو خواب میں دو بزرگوں کی زیارت ہوئی - ایک حکیم ترمذی تھے دوسرے خضر علیہ السلام - مجھے فرمایا تم اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ جس کام کا تم ارادہ کر رہے ہو ابھی اُس کا وقت نہیں آیا - تم آج سے بارہ سال کے بعد بخارا میں حضرت شیخ بہاؤالدین شاہ نقشبند کے ہاتھ پر جو اس وقت کے قطب ہوں گے بیعت کرو گے - پھر میں اپنے شہر واپس آگیا - کچھ عرصہ کے بعد ایک دن میں بازار سے گزر رہا تھا دو ترک شخص مسجد میں داخل ہوئے وہ تصوف کی باتیں کر رہے تھے میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہوئی اور میں اُن کے لئے کھانا لے کر آیا وہ میرے متعلق آپس میں کہنے لگے کہ یہ ہمارے پیر ومرشد سے بیعت ہو جائے تو اچھا ہے - میں اسی وقت ان کے پاس حاضر ہوا - انہوں نے میرے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور جب ان کے ایک صاحبزادے نے کہا کہ جناب اس کو داخل سلسلہ کر لیں تو شیخ رو پڑے اور فرمایا کہ بیٹے یہ تو شیخ بہاؤالدین کی اولاد میں سے ہے میرا اس پر کوئی حکم نہیں چلے گا - میں وہاں سے بھی آگیا - ایک مدت گزر گئی پھر ایک دفعہ میرا دل بالکل بے قابو ہو گیا - جی چاہتا تھا کہ اُڑ کر بخارا پہنچ جاؤں - بخارا شریف حاضر ہوا حضور خواجہ مشکل کشا نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی آپ نے فرمایا اے عبداللہ جنجندی تو آگیا - ابھی بارہ سال پورے ہونے میں تین روز باقی ہیں - یہ ارشاد سن کر مجھ پر عجیب حالت طاری ہو گئی - حاضرین کچھ نہ سمجھے لیکن جب میں نے اپنا سارا قصہ ان کو سنایا تو وہ بے حد لطف اندوز ہوئے - آخر تین روز کے بعد جب بالکل پورے بارہ سال ہو گئے تو حضرت نے مجھے بیعت فرما کر اپنے غلاموں میں شامل کر لیا -

کرامت ۲ - حضرت شہنشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص مرید کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا - آپ کے ساتھ ایک اور بزرگ بیٹھے ہوئے تھے - میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کے زمانے میں نہ تھا اس لئے فیض حاصل نہ کر سکا - اب ارشاد فرمائیے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا تم ہماری برکت اور فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہو تو حضرت شیخ بہاؤالدین کی پیروی کرو - چنانچہ جب ہوش میں آیا تو ان کا حلیہ اپنی ایک کتاب کی پشت پر لکھ لیا - ایک دفعہ میں ایک بزاز کی دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بارعب اور نورانی چہرے والے بزرگ تشریف لائے اور بیٹھ گئے - میں نے ان کو غور سے دیکھا تو مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اس لئے کہ یہ وہی بزرگ تھے جن کا میں طالب تھا یعنی حضرت بہاؤالدین تھے - جب مجھے افاقہ ہوا میں نے آپ سے عرض کی کہ آپ میرے غریب خانے پر تشریف لے چلیں - آپ نے قبول فرمایا اور میرے آگے آگے چلنے لگے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا - آپ سیدھے میرے مکان پر پہنچے میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ اس سے قبل آپ نے میرا مکان نہیں دیکھا تھا - آپ سیدھے میرے حجرہ میں تشریف لے گئے جہاں میرا کتب خانہ بھی تھا اور اپنے دست مبارک سے ایک کتاب نکالی اور مجھ

سے فرمایا اس پر کیا لکھا ہے۔ یہ وہی کتاب تھی جس پر میں نے آپ کا حلیہ اور خواب کی تاریخ لکھی تھی۔ اس خواب کو سات سال گزرے تھے اس سے میری حیرت میں اور اضافہ ہوا۔ بعد ازاں میری درخواست پر آپ نے مجھ کو داخل سلسلہ نقشبندیہ کیا۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار انند | کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاذبۂ صحبت شاں | می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصری گر زند ایں طائفہ را طعن قصور | حاش للّٰہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہان بستہ ایں سلسلہ اند | روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

رعنا نظامی جہلم

ہدیۂ نعت بحضور رسولِ اکرم صلعم

دیدہ و دل میں ہیں میرے جلوہ فرما مصطفٰےؐ
جانِ ارماں مصطفٰےؐ! جانِ تمنّا مصطفٰےؐ

اس سے بڑھ کر ہے کیا میری سعادت کی دلیل
میں غلامِ مصطفٰےؐ ہوں میرے آقا مصطفٰےؐ

ہے حبیبِ خالقِ یکتا ہوں جس پر میں نثار
میرا یوسف مصطفٰےؐ، میرا مسیحا مصطفٰےؐ

رحمۃ للعالمیں ہے آپ کی ذاتِ جمیل
حق نے بخشا آپ کو یہ مرتبہ یا مصطفٰےؐ

دو جہاں کی تیرہ بختی اُس کی قسمت بن گئی
آپ کے در کا نہیں ہے جو گدا یا مصطفٰےؐ

اُس درِ اقدس سے لوٹا بامُراد۔ ہر نامُراد
بے نواؤں۔ بے کسوں کے ہیں سہارا مصطفٰےؐ

نوعِ انساں کے ہوئے خونخوار وحشی رہنما
کر دکھایا آپ نے یہ معجزہ۔ یا مصطفٰےؐ

چہرۂ انسانیت کی آب و تاب اس نور سے
معدنِ اخلاق کا اک دُرِ یکتا مصطفٰےؐ

سب کو رعنا آپ ہی سے ہے شفاعت کی اُمید
آپ ہی ہیں شافعِ روزِ جزا۔ یا مصطفٰےؐ

مولانا وردؔ کاکوروی صاحب
کراچی

حضرت قاضی شہاب الدین، دولت آبادی

غزنین سے آپ کے والد دولت آباد (دکن) آ گئے تھے۔ قوم کے لحاظ سے آپ شیخ ہیں۔ یہیں دولت آباد میں پیدا ہوئے یہیں نشو ونما پایا۔ اس زمانے میں دولت آباد علماء کا مرکز تھا۔ حضرت قاضی صاحب موصوف کی بابت نقہ کی کتابوں میں آپ کو جگہ جگہ دولت آبادی لکھا ہے۔ اس لئے جو کچھ آپ کا حال مل سکا ہم لکھ رہے ہیں۔

تقریباً ۷۴۰ھ ہجری میں آپ پیدا ہوئے۔ علماء و فضلاء عصر آپ کی علمی پیاس بجھا نہ سکے تو تحصیل علم کے لئے دہلی پہنچے مولانا قاضی عبدالمقتدر اور مولانا خواجگی سے آپ نے علوم کی تحصیل و تکمیل کی۔ قاضی عبدالمقتدر ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہ شخص آتا ہے جس کا گوشت پوست سب استخوان علم ہے۔

کتاب نفحات العنبریہ میں ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی کے اصرار پر جون پور تشریف لے گئے سلطان نے بڑی عزت کی اور چاندی کی کرسی پر آپ کو بٹھایا۔ ایک روز سلطان ابراہیم شرقی کے یہاں آپ بھی تھے اور حضرت قطب الدین بینا دل قلندر جونپوری بھی موجود تھے۔ چونکہ حضرت قلندر صاحب خوب موٹے تھے سلطان نے کہا فقراء کو تو ضعیف اور لاغر ہونا چاہئے اس کے برعکس آپ فربہ ہیں۔ قلندر صاحب نے فرمایا میری فربہی غفلت سے نہیں ہے میرے بدن میں پانی اور ہوا کے سوا کچھ نہیں اس وجہ سے فربہ معلوم ہوتا ہوں۔ لوگوں نے (جن میں قاضی شہاب الدین بھی شریک تھے) کہا اس کا کیا ثبوت؟ قلندر صاحب نے فرمایا میری ایک انگلی چاک کر کے دیکھ سکتے ہو۔ انگلی چاک کی گئی۔ ہوا اور پانی کے سوا خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔

تب حضرت بینا دل قلندر نے جلال میں آکر فرمایا۔ انگلی چیرنے کا کیا معاوضہ ہے۔ پھر خود ہی فرمایا۔ بادشاہ۔ قاضی۔ وزیر کے سر اس کا وبال ہوگا۔ اس پر ملک العلماء قاضی شہاب الدین نے عرض کیا میں قرآن کی تفسیر بحر مواج لکھ رہا ہوں۔ قلندر صاحب نے فرمایا جب تک تفسیر ختم نہ ہوگی تمہاری موت موقوف رہے گی۔ اس لئے قاضی صاحب بہت دنوں تک تفسیر لکھتے رہے مگر جیسے ہی تفسیر ختم ہوئی قاضی صاحب نے انتقال فرمایا۔ اتنے میں امیر تیمور کے ہنگامے نے ظہور کیا۔ آخر ابراہیم شرقی کی سلطنت پارہ پارہ ہوگئی۔

اسی زمانے میں قاضی شہاب الدین اپنے استاد مولانا خواجگی سے ملنے کے لئے دہلی چلے گئے۔ قاضی صاحب موصوف تصوف سے بھی واقفیت رکھتے تھے کیونکہ آپ مولانا خواجگی چشتی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ مخدوم سید اشرف جہانگیر سے بھی آپ نے فیض پایا ہے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) شرح کافیہ عرف شرح ہندی (۲) کتاب ارشاد (علم نحو میں) (۳) بدیع البیان (علم بلاغت میں) (۴) تفسیر بحر مواج (۵) اصول ابراہیم شاہی (۶) رسالہ در تقسیم علوم (۷) رسالہ صنائع بزبان فارسی (۸) رسالہ مناقب السادات۔

اس رسالہ میں اہلبیت (سلام اللہ علیہم اجمعین) کے مناقب ہیں۔ اس رسالے کی تصنیف کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ سید اجمل نامی ایک صحیح النسب سید آپ کے ہم عصر تھے۔ وہ ظاہری علم کم رکھتے تھے۔ کسی محفل میں آپ سے اور ان سے تقدیم و تاخیر پر بحث ہو گئی۔ قاضی صاحب نے کہا تمہاری علویت مشکوک ہے اسی پر ایک رسالہ لکھ ڈالا جس میں ثابت کیا کہ عالم کو سید پر فضیلت ہے۔ آپ کے استاد مولانا خواجگی چشتی کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی تو آپ نے معافی چاہ لی جس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خواب میں دیکھا حضور نے ان کو تنبیہہ فرمائی اور سید اجمل کو راضی کرنے کا حکم دیا۔ قاضی شہاب الدین صاحب سید اجمل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ معافی چاہی۔ انہوں نے قصور معاف کر دیا۔ اس لئے سیدوں کی فضیلت میں مناقب السادات رسالہ لکھا۔ دولت آبادی قاضی صاحب نے ۲۵ رشوال ۸۴۸ھ ہجری میں بمقام جون پور انتقال کیا۔ خواجگی محلے میں اٹالہ مسجد کے قریب دفن کئے گئے۔ آپ کی پختہ قبر اس وقت مشن اسکول جونپور کے احاطے میں ہے۔ کتبہ میں انتقال کا تاریخی قطعہ یہ لکھا ہے:۔

عالم و فاضل شہاب الدین قاضی فخر وقت
کر گئے رحلت ملا پروانۂ راہِ نجات
غیب سے آواز آئی یک بیک اے دردِ دل
سالکِ راہِ سلامت لکھو تاریخ وفات

۸۴۸ھ ہجری

مخیر حضرات سے اپیل

قارئین رسالہ میں بفضل خدا بہت احباب اور بزرگ مخیر اور غنی ہیں۔ ہر سال زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہمارے دفتر میں دینی مدارس کے طلبا کے بہت خطوط آئے ہیں کہ ان کے نام زکوٰۃ فنڈ سے رسالہ جاری کیا جائے۔ اس لئے انہیں چاہیئے کہ زکوٰۃ سے معقول رقم ارسال کر کے ان طلباء کے نام رسالہ جاری کروائیں۔ اس میں دوہرا ثواب ہوگا۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا اور تبلیغ دین کا۔

درد کاکوروی

اس درجہ مست وِ محوِ تجلیٔ ذات ہوں
حتیٰ کہ بے نیازِ فروغِ صفات ہوں

ہستی کے رو سے گرچہ بظاہر صفات ہوں
باطن کے اعتبار سے میں عینِ ذات ہوں

دل کے نگیں پہ ہے جو انا اللہ لکھا ہوا
وہ ذات ہوں کہ نقشِ طلسمِ صفات ہوں

جب امرِ رب ہوں میں، تو فنا کا ہو خوف کیوں
یوں زندگی لئے ہوئے بعدِ ممات ہوں

اک وہ بھی وقت تھا، کہ نہ تھا یہ مرا وجود
تنزیہہ کہہ رہی ہے، وہی گنجِ ذات ہوں

مجھ میں ہوا ہے ذات کا خورشید جلوہ گر
سائے کو ہے گریز، میں وہ کائنات ہوں

کس کے ہیں جلوے یہ مرے تن من میں ضَو فشاں
ظلمات کے وجود میں آبِ حیات ہوں

الہام اور وحی جسے حق نے ہے کہا
میں قلبی واردات کی، وہ کائنات ہوں

میرے صفات کیا ہیں، تو ہی ذات کا پتہ
آیات طیبات ہوں، رمز و نکات ہوں

ہوں غیرِ ممکنات، کبھی عینِ ممکنات
طورِ صفات کے لئے، وہ نورِ ذات ہوں

اے دردؔ دل ہے یہ مری ہستی نقابِ ذات
یعنی نقابِ ذات بشکلِ صفات ہوں

ظہور میاں

عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

سُبحٰن الّذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الّذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ من ایاتنا، انّہٗ ھوالسمیع البصیر

پاک ذات وہ ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم نے اپنے عبد (محمدؐ کو) اپنی عظیم نشانیاں مشاہدہ کرائیں۔ بیشک وہ (اللہ) سُنتا دیکھتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا آغاز خدائے حکیم جل شانہٗ نے سُبحٰن سے فرمایا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر قرآن حکیم میں کئی جگہ فرمائی گئی ہے۔ طوالت کے خوف سے صرف ایک نشان دہی پر کفایت کی جاتی ہے۔ امید ہے اہلِ بصیرت پر اس لفظ کی عظمت وجاہت واضح ہو جائے گی۔ قرآن کے مطابق فرشتوں جیسی مقرب جماعت بھی جہاں اپنے علم کا خالقِ حقیقی کے سامنے اعتراف عجز کرنے پر مجبور ہو جائے وہاں اس لفظ کی تفسیر سامنے آتی ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت جب خالقِ کون ومکان نے آدم کی خلافتِ ارضی کی بشارت دی تو فرشتوں نے اپنی بساطِ علم کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اس پر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا

انی اعلم مالا تعلمون

(اے فرشتو اس حقیقتِ صادقہ کو کیوں نظر انداز کرتے ہو کہ) بیشک جو میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے)

چنانچہ اس حقیقت کے منکشف ہونے پر فرشتے اپنے علم کے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے یوں معذرت خواہ ہوئے۔

سبحانک لاعلمنا الّا ماعلمتنا

(اے معلّم حقیقی تیری ہی بزرگی اور برتری ہے۔ ہمارا علم تیرے حضور حیرت فروش ہے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تُو نے ہمیں سکھایا۔ یا سکھاتا ہے)

پس ظاہر ہوا سبحٰن کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی محیرّ العقول بات کہی گئی ہو یا کہی جانے والی ہو اور عقلِ انسانی اُس کے سمجھنے سے کہ یہ بات کیسے ہو گئی قاصر ہو۔ گویا وہ بات سچائی کی منہ بولتی تصویر ہوتی ہے کہ اس کا گواہ خود حق سبحانہٗ کی ذات [illegible] میں ہوتی ہے۔

معراج النبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے۔ صاحب معراج علیہ السلام کا دعوےٰ کہ میں آسمانوں میں پرواز کرتے کرتے سدرۃ المنتہیٰ تک چلا گیا ایک ایسی انہونی بات تھی جو کفارِ مکہ کے ناقص ذہنوں کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ کیونکہ ان کا مشاہدہ صرف یہیں تک تھا کہ اگر ایک معمولی کنکر آسمان کی طرف پھینکیں تو وہ نیچے آن گرتا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ محمدؐ وزنی جسم رکھنے کے باوجود آسمان کی انتہائی بلندیوں کو چھو آیا ہے۔ لہٰذا وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات مبالغہ کی انتہا ہے۔ اس طرح اہل مکہ کی عقل و فراست اسے قبول نہ کر سکی البتہ آج کے ایٹمی دور میں خود حضرت انسان ایٹم اور برقی قوت سے چاند پر اپنے ساتھ ٹنوں من وزن لے جانے پر قادر ہو چکا ہے۔ اس لئے آج کے مشاہدات کے پیش نظر کفار مکہ کا حیران ہونا یقیناً لاعلمی کا نتیجہ تھا مگر اس وقت یقیناً یہ بڑی بات تھی۔ آج کا مشاہدہ کہہ سکتا ہے کہ اگر ایٹمی اور برقی قوت ایسا کرشمہ دکھا سکتی ہے تو خالق کی براق کے لئے کیا مشکل تھا کہ وہ حضرت کو آن واحد میں سدرۃ المنتہیٰ پر نہ پہنچا سکے۔ لیکن چونکہ آج سے چودہ سو سال پیشتر کا دور ایسے مشاہدات سے محروم تھا لہٰذا ان کا حیران ہونا تو بجا تھا مگر انکاری ہونا اپنے خالق سے ان کی سرکشی کا بیّن ثبوت تھا۔ اسی لئے قادرِ مطلق نے یہ واقعہ بیان فرمانے سے پہلے لفظ سُبحان استعمال فرما کر تمام عالم پر واضح کر دیا کہ گو اس واقعہ معراج کو سرِ دست قبول کرنے کے لئے تمہارے ذہن اور عقلیں عاجز ہیں مگر یہ عجیب واقعہ حقیقت میں ہو کر رہا ہے۔ اور میرا علم اس کا گواہ ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کے رکوع ۶ میں ارشاد ربانی ہے۔

واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس۔ وما جعلنا الرؤیا التی اریٰنک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القراٰن۔ ونخوفھم۔ فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا ۝

اور (اے محبوب) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ سب لوگ آپ کے رب کے قابو میں ہیں ہم نے وہ (محض) دکھاوا نہ کیا تھا جو آپ کو دکھایا تھا۔ مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے اور ہم انہیں (لوگوں) کو ڈراتے ہیں تو نہیں بڑھتی مگر سرکشی۔

یعنی شبِ معراج جو کچھ آپ کو بحالتِ بیداری دکھایا گیا ہے وہ کوئی دکھاوا یا نعوذ باللہ کوئی شعبدہ نہیں جو لوگ اسے خواب وخیال تصور کرنے لگیں بلکہ وہ ایک حقیقی مشاہدہ تھا جس میں ہم (اللہ کریم) نے اپنے پیارے محبوب کو گزارا۔ اس میں لوگ تعجب نہ کریں کیونکہ یہ ہمارے اوصاف میں سے ایک وصف ہے۔ ہم نے اپنی اس قدرت کو اپنی ہستی کے لئے ایک دلیل بنایا ہے اس ارشاد ربانی یعنی سُبحٰن سے بھی کفارِ عرب جو فصاحت و بلاغت کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے تھے نہ سمجھ سکے کہ بات کی حقانیت تو ربِ محمدؐ نے پہلے لفظوں میں ہی بیان فرما دی ہے۔ اب اس کا انکار خالقِ ارض وسما کا انکار تصور ہو گا۔

چونکہ ان کی آنکھیں نورِ بصیرت سے محروم تھیں لہٰذا ان کا تعجب امر بڑھا۔

چنانچہ جب سید کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واقعۂ معراج کی خبر دی تو انہوں نے اس کے باور کرنے سے انکار کیا۔ وہ تمسخر سے بیت المقدس کی عمارت کا نقشہ اور اس کی تفصیل دریافت کرنے لگ گئے۔ جب حضورؐ نے سارا نقشہ بوضاحت بیان فرما دیا تو اُلٹا کہنے لگے محمدؐ کا دماغ (نعوذ باللہ) چل گیا ہے۔ زقوم کے درخت کو جو جہنم میں پیدا ہوتا ہے وجہ تضحیک بنایا۔ ابوجہل کہنے لگا محمدؐ ایک طرف تو ہمیں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہیں کہ پتھر بھی اُس کی تپش سے پانی پانی ہو جاتے ہیں لیکن دوسری طرف کہتے ہیں کہ اُسی جہنم میں درخت بھی اُگتے ہیں (نعوذ باللہ) متضاد باتیں کہہ کر تصدیق کروا رہے ہیں کہ دروغ گوئی میں حافظہ ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ ابوجہل کی زبان سے یہ تمام الفاظ قدرتِ الٰہی سے ناواقفیت کے باعث نکل رہے تھے۔ وہ کم بخت اگر اپنے وجود پر ہی نظر رکھتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ جس قادرِ مطلق نے گندے پانی کی ایک بوند سے اُسے کر دکھایا ہے اس سے کیا بعید ہے کہ وہ جہنم میں بھی درخت اُگا دکھائے۔ اس نے نہ سوچا کہ اُس کے وجود میں پانی کی ایک بوند کا کرشمہ کس طرح گرم گرم خون۔ ہڈیاں۔ گوشت پوست۔ تیزاب۔ نمک اور لوہا وغیرہ جمع کرنے پر قادر بنا دیا گیا ہے۔ وہ بے چارہ اپنی نادانی کو عقلمندی خیال کرتا رہا۔ سچ ہے دیوانے ہی ہوش مندوں کو پاگل کہا کرتے ہیں۔

ایسی جہالت کی بات ایک ابوجہل یا کفارِ مکہ تک ہی نہ رہی بلکہ اُس دوَر میں جب علمِ کلام کی کرشمہ سازیاں اپنے عروج پر تھیں تو مخالفین نے بھی واقعۂ معراج پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ مسلمانوں کے نئے نئے فرقوں کے دانش مندوں نے بھی جواباً اس واقعہ کی عجیب عجیب تاویلیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ چشمِ بصیرت سے کام لے کر قرآن حکیم پر تفکر نہ کیا بلکہ عقل پر ہی انحصار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ بے شک وزن خلاء میں نہ جا سکتا ہے نہ ٹھہر سکتا ہے لیکن خواب میں تو ایسا واقعہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں واقعات شاہد ہیں کہ یہ حضرات سیاسی طور پر جماعت المسلمین سے علیحدہ ایک سٹیج بنانے کی فکر میں تھے ایک موضوعِ سخن ہاتھ آ گیا اور لگے اپنی فضیلتِ علم کا سکہ جمانے۔ یہ نہ دیکھا کہ قرآن حکیم کیا کہہ رہا ہے۔ آغازِ سخن کا لفظ سبحٰن کیا دعوتِ فکر دیتا ہے اور پھر لفظ اسریٰ پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ لوگو! واقعۂ معراج خواب نہیں بلکہ عین بیداری کے عالم کو ظاہر کر رہا ہے۔ خالقِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی تکرار قرآنِ پاک میں متعدد بار فرمائی ہے تاکہ ذہن نشین ہو جائے کہ اسریٰ حالتِ بیداری کے معنی میں ہی آتا ہے۔ لوگو حقیقت کو افسانہ کیوں بنائے جا رہے ہو۔ خدا کی قدرت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے چشم پوشی مناسب نہیں۔ یہ کوئی جذباتی بات نہیں بلکہ اسے قرآن حکیم کی واضح تائید حاصل ہے شک ہو تو سورۂ ہود کا پ۱۲ ع۶ ملاحظہ فرمائیں۔

اس رکوع میں واقعہ بیان ہوا ہے کہ جب خدا کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس تشریف فرما ہوئے تو حضرت لوطؑ ان کا حسن و جمال دیکھ کر غمگین اور دل تنگ ہوئے۔ کہنے لگے یہ بڑی سختی کا دن ہے۔ چنانچہ

ایسا ہی ہوا۔ جب لوطؑ کی قوم نے مہمانوں (فرشتوں) کی خوبصورتی کا چرچا سُنا تو اُن کی ہوس اپنے نقطۂ عروج تک جا پہنچی۔ لہٰذا وہ ہجوم کر کے حضرتؑ کے گھر آئے اور مہمانوں کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ حضرت لوطؑ وقت کی نزاکت کو دیکھ کر ڈر گئے۔ قوم کو نصیحت کی کہ کمبختو! عورتوں کو چھوڑ کر ہم جنسوں کو اپنی شہوت کا نشانہ بنانے کے کیوں در پے ہو گئے ہو۔ مجھے اور میرے مہمانوں کو کیوں رسوا کرتے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نیک چلن نہیں رہا جو تمہیں سمجھائے۔ اس پر قوم بولی۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں پر ہمارا کوئی حق نہیں۔ یعنی ہم عورتوں کی جانب راغب نہیں۔ تم ہماری خواہش سے اچھی طرح آشنا ہو۔ قوم کے اس جواب سے حضرت لوطؑ تاسف کے انداز میں بولے۔ اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔ حضرتؑ کی یہ بے بسی دیکھ کر فرشتوں نے فرمایا:۔

قالوا یا لوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باھلک بقطع من الیل ولا یلتفت منکم احد الا امراتک ۔ انہ مصیبھا ما اصابھم ۔ ان موعدھم الصبح ۔ الیس الصبح بقریب ؁

"(فرشتے) بولے۔ اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں (تمہاری قوم) وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے۔ تم اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ۔ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے۔ سوائے تمہاری عورت کے کہ اُسے بھی وہی پہنچنا ہے جو دوسروں کو (یعنی کفار کو) بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے۔ کیا صبح قریب نہیں"

ملاحظہ فرمائیں یہاں اسر باھلک واقعۂ معراج میں اسریٰ بعبدہٖ کے معنی خواب میں سیر کرنے والوں کی نا سمجھی کو کس طرح واضح کر رہا ہے۔ ظاہر ہے یہاں حضرت لوطؑ کوئی خواب نہیں دیکھ رہے بلکہ عین حالت بیداری میں تمام حالات مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ انصاف فرمائیں اگر اسریٰ کے معنی خواب کے لئے جائیں تو اس امر واقعہ کو کیا کہا جائے گا۔ کیا ایسا خیال قرآن مجید کی مخالفت نہ ہوگی۔

اسی واقعہ کی تکرار چودھویں پارے میں سورۃ الحجر میں (پ ۱۴ ع ۴) یوں ہوئی ہے۔ فرشتے حضرت لوطؑ سے کہتے ہیں

فاسر باھلک بقطع من الیل واتبع ادبارھم ولا یلتفت منکم احد وامضوا حیث تؤمرون ؁

"پس اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے لے کر باہر جائیے اور آپ ان کے پیچھے چلئے اور (گھر والوں سے) تمہیں پیچھے مڑ کر کوئی نہ دیکھے۔ اور جہاں کا حکم ہے سیدھے چلے جائیے"

یہ تکرار ذہن نشین کرا رہی ہے کہ کوئی اسریٰ کے معنی خواب کی نہ کریں۔ اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو قرآن اس کی تصدیق نہیں کر سکتا تو آن بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کریم نے جس طرح حضرت لوط علیہ السلام کو اسر باھلک فرما کر عالم بیداری میں اپنے اہل و عیال سمیت شہر سے نکل جانے کا حکم فرمایا اسی طرح وہ صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں سدرۃ المنتہیٰ پر لے گیا۔

اسی طرح آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ پر نظر ڈالیں جو سورۂ طٰہٰ (پ ۱۶ ع ۱۴) میں بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

ولقد اوحینا الیٰ موسیٰ ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقاً فی البحر یبساً لا تخاف درکاً ولا تخشیٰ

"اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لئے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایسا خواب نہیں آیا۔ بلکہ عالم بیداری میں اللہ کریم نے انہیں وحی کے ذریعہ حکم فرمایا کہ اس کے بندوں کو دریا سے سوکھا راستہ نکال کر لے چل، جب تمام مکاتیبِ فکر یہاں متفق ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سمیت بحالت بیداری دریا پار ہوئے اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ جیتے جاگتے غرق دریا ہوا تو واقعہ معراج کو حالتِ بیداری میں ماننے سے کیوں گریز کیا جاتا ہے اور نزاع کیوں پیدا کیا جاتا ہے۔

آگے چلئے تو سورۃ الشعراء کے پ۱۹ع ۶ میں یوں مرقوم پائیں گے۔

واوحینا الیٰ موسیٰ ان اسر بعبادی انکم متبعون

"اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل۔ بے شک تیرا پیچھا ہوتا ہے۔

یہاں حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کے ساتھ شہر سے راتوں رات نکل جانے کی بذریعہ وحی تلقین ہوئی ہے۔ واضح ہے یہ لوگ خواب میں شہر سے نہ چل پڑے تھے بلکہ بیداری میں عازم سفر ہوئے تھے۔

اسی طرح سورہ الدخان کے پ۲۵ع ۱۴ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں سے کہا کہ اسرائیل قوم کو میرے حوالہ کر دو اور اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے پاس اللہ کی روشن دلیلیں لے کر آیا ہوں۔ اس پر فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا "مجھے تو اللہ پر توکل اور اعتماد ہے"۔ اس کے بعد حضرتؑ نے اللہ کریم کے حضور دعا کی۔ دعا قبول ہوئی۔ اور اللہ کی طرف سے فرمایا گیا۔

فاسر بعبادی لیلاً انکم متبعون

"پس حکم فرمایا میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل۔ ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا"۔

لہٰذا ان الفاظ کی بار بار تکرار بے مقصد نہیں بلکہ غور و فکر کرنے والوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اسریٰ کے درست معنی کر کے یقین لاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی طور پر بحالتِ بیداری زمین سے سمٰوٰت کی انتہائی بلندیوں پر آنِ واحد میں لے جا کر چشم ظاہر سے سیر کرائی اور درجاتِ عالیہ اور مراتبِ رفیعہ پر فائز فرمایا۔

معراج شریف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ جلیلہ ہے جو قادرِ مطلق کی قدرتوں میں ایک بڑی نشانی ہے۔ عبدیت کا انتہائی مقام قرب جس کی خود خالق ارض و سماء نے اسریٰ بعبدہٖ کہہ کر تصدیق فرمائی ہو رہ رہروانِ راہِ شوق کے لئے

مخفی راہ ہے اور باعثِ فخر۔ قرب کی یہ نہایت النہایت وہم وخیال اور احساس ومشاہدہ کی دسترس سے باہر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مقامِ قرب کو ربِّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا خود صاحبِ قاب قوسین ہی جان سکتے ہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کا محرمِ راز ہونے کی استعداد نہیں رکھتا۔ خود روح القدس یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس مقامِ قرب سے آگاہ نہیں کئے گئے۔ یہ حسنِ کُل کے وصلِ جمال کا مقام ایسی کیفیات کا حامل تھا کہ الفاظ بھی بیان کی صلاحیتوں سے عاجز دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں طائرِ خیال کی پرواز بے بال وپر نظر آتی ہے۔ اسی مقام کے شروع ہونے پر حضرت جبرائیلؑ نے آں حضور سے فرمایا تھا کہ خالقِ این وآں کے مطلوب! آپ اکیلے ہی آگے خرامِ ناز فرمائیں۔ یہ آپ ہی کی عظمت کا کمال ہے۔ میں اگر ذرا اس سے آگے بڑھا تو فروغِ تجلّی سے میرے تمام بال وپر جل جائیں گے۔

یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ اس انتہائی مقامِ قرب میں خالق وخلق کا امتیاز نمایاں طور پر ظاہر رہا۔ معبود اور عبد کے مقامات کی حیثیت واضح رہی ہے اور غیریت برقرار رہی ہے یہ اس لئے کہ کوئی غلبۂ شوق میں آکر ماسبق اُمتوں کی طرح شرک کی غلاظتوں میں اُلٹ کر ایمان ہی نہ کھو بیٹھے۔ لہٰذا اس مقامِ اتصال پر بھی "فاوحی الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ" فرما دیا گیا۔ گویا سروشانِ عشق پر واضح کیا گیا ہے کہ منزلِ شوق کا انتہائی مقام مقامِ عبدیت ہے اور حضرت اشرف الانبیاء علیہ السلام اس کارواں کے امیر ہیں۔ ان کی رہنمائی اور اطاعت کے بغیر اس وادی میں ایک قدم چلنا تو درکنار کوئی اس کے قریب تک نہیں آسکتا۔

یہ نوازشِ خداوندی نبوت کے اعلان کے بارہویں سال اور ہجرت سے قبل ایک سال میں ہوئی۔ گو مہینے میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا اتفاق ۲۷ رجب پر ہے۔ آپؐ کا مکہ مکرمہ سے رات کے تھوڑے عرصہ میں بیت المقدس تشریف لے جانا جس کا فاصلہ چالیس منزل یعنی تقریباً چالیس یوم کی مسافت سے کچھ زائد نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ سمٰوٰت کی سیر کے مناظر اور منازلِ قرب میں پہنچنا۔ مراتبِ جلیلہ پر فائز ہونا۔ مراتبِ عبودیت کی انتہائی بلندی کو چھو کر اسے فخر بخشنا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا براق لے کر حاضر ہونا۔ حضرت سیدِ عالمؐ کو غایت اکرام واحترام کے ساتھ براق پر سوار کر کے لے جانا۔ بیت المقدس میں سرکارِ دوعالم، تاجدارِ ارض وسما صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمانا۔ ازاں بعد سمٰوٰت کی سیر کی طرف توجہ فرمانا۔ حضرت جبرائیل امین کا ہر خلاء کے اختتام پر دوسرے سماء کا فتح کرنا۔ ہر سماء کے صاحبِ مقام نبی علیہ السلام کا حضور کی تکریم کرنا اور خوش ہو کر خوش آمدید کہنا۔ اس طرح ایک سماء سے دوسرے سماء پر نزولِ اجلال فرمانا۔ وہاں کی سیر اور عجائبات کا ظاہری آنکھ سے نظارہ فرمانا۔ جملہ مقربینِ بارگاہ سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ جانا جس کے مشاہدہ کی مجال ملائکہ میں سے کسی کو بھی نہ ہو سکی بلکہ حضرت جبرائیل کا بھی اس جگہ معذرت خواہ ہو کر رہ جانا۔ ملکوت السمٰوٰتِ والارض کے جملہ علوم پر عبور پانا۔ قربِ خاص میں حضور کا ترقیاں فرمانا اور انعاماتِ الٰہیہ سے سرفراز فرمایا جانا۔ امت کے لئے نماز ول

کا فرض ہونا - حضور کا شفاعت فرمانا - جنت و دوزخ کی سیر کرنا (وغیرہم) اور پھر رات کے تھوڑے عرصہ میں تمام مشاہدات سرانجام دے کر واپس تشریف لانا، احادیث صحیحہ معتمدہ اور مشہورہ سے ثابت ہے - یہ تمام احادیث حدِ تواتر کے قریب پہنچی ہوئی ہیں - جن کی تفصیل کا کوئی مسلمان انکاری نہیں -

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کفار مکہ نے معراج کے واقعات سنے تو ایک شورِ قیامت اٹھایا اور حضور کو تضحیک کا نشانہ بنایا - ازاں بعد تمام نے جمع ہو کر بیت المقدس کی عمارت کا تفصیلی حال سوال نامے کی صورت میں پوچھنا شروع کیا - حضور نے تمام احوال بوضاحت بیان فرما دیئے - ازاں بعد کفار نے خفیف ہو کر راستے میں چلنے والے قافلوں کا حال دریافت کیا کیونکہ اس وقت رات کو ہی سفر کیا کرتے تھے - آپ نے اُن کی تفصیل بھی بیان فرما دی - اس کی تصدیق کفار نے یوں کی کہ جب وہی قافلے مکہ سے گذرے تو اُن سے پوچھا کہ آپ اور جب کی رات کس مقام سے گذر رہے تھے اور کیا واقعات آپ کے درپیش تھے - چنانچہ قافلہ والوں کا بیان بھی حضور کے ارشاداتِ عالیہ کے عین مطابق نکلا - ابوجہل کے دل کا عناد ابھی باقی تھا - لہٰذا اس نے ازراہِ تمسخر بسوا تہ شمع جمال - رازدارِ نبوت اور یارِ غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا - ابوبکر کچھ سنا؟ آج تمہارا دوست کیا کہہ رہا ہے - آپ نے فرمایا - کیا؟ - ابوجہل نے کہا اور کہنے لگا محمد کہتا ہے کہ میں رات آسمانوں کو چیر کر سدرۃ المنتہیٰ کی معراج حاصل کر آیا ہوں - اس پر حضرت صدیق بلا تامل بول اٹھے - اگر حضور اقدس نے یوں فرمایا ہے تو واللہ یہ حق اور سچ ہے -

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ اندازِ سخن سالکانِ راہِ طریقت کی راہنمائی کر گیا کہ حق الیقین اور فناء فی الرسول ایک ہی مقام کے دو نام ہیں - البتہ تعین کا تقدم اور تاخر صاحبِ حال پر اُس وقت کھلتا ہے جب وہ خدا کے فضل و کرم سے اس مقام تک جا پہنچتا ہے - اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجہل کو جواب دیتے وقت سلوک کے اس مقام پر فائز تھے -

واقعاتِ معراج - مدارجِ تقرب اور حضور کی بلندی درجات کی شہادت سورۂ نجم سے ملتی ہے - جو اس طرح ہے :-

والنجم اذا ھوی - ما ضل صاحبکم وما غوی - وما ینطق عن الھوی - ان ھو الا وحی یوحی - علمہ شدید القوی - ذو مرۃ - فاستوی وھو بالافق الاعلی - ثم دنی فتدلی - فکان قاب قوسین او ادنی - فاوحی الی عبدہ ما اوحی - ما کذب الفؤاد ما رای - افتمٰرونہ علی ما یری - ولقد راٰہ نزلۃ اخری - عند سدرۃ المنتہی - عندھا جنۃ الماوی - اذ یغشی السدرۃ ما یغشی - ما زاغ البصر وما طغی - لقد رای من ایات ربہ الکبری ۝

اور اس چمکتے تارے (محمدؐ) کی قسم - جب یہ (معراج سے) اُترے - تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے - اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے - وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے - انہیں سکھایا سخت قوتوں والے نے پھر اس تجلی نے قصد فرمایا - اور وہ افق کے سب سے بلند کنارے پر تھے - پھر وہ نزدیک ہوا - پھر خوب اتر آیا - تو (محب اور محبوب) میں کمان کے سروں جتنا فاصلہ رہا - بلکہ اس سے بھی کم - پس وحی کی اپنے بندے سے جو وحی کی - دل نے جھوٹ نہ کہا جو محبوب نے دیکھا تو کیا تم اُن کے دیکھے ہوئے جھگڑتے - اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے - جب سدرہ پر چھایا رہا جو چھایا رہا (محبوب کی) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی - بیشک (محبوب نے) اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

آیات متذکرہ کی تشریح خازن اور صاحب دل حضرات کے مطابق یوں ہے کہ والنجم سے مراد ذات گرامی - ہادئ (حضرت) انبیاء والاولیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - مگر بعض حضرات نے اس سے مراد ثریا ستارہ لیا ہے - حالانکہ ثریا کئی تارے ہیں - بعض نے جنس نجوم مراد لے کر توجیہہ کی - لیکن وہ مضمون کے ربط کو قائم نہیں رکھ سکے - درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جس درخ درخشاں کی قسم کھائی جا رہی ہے بات بھی اسی کی ہی کی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ اے خوش نصیب زمانے تمہارا صاحب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حق وہدایت کے طریق پر مستعد اور اپنے رب کی توحید وعبادت میں ہمہ تن محو ہیں - آپ کے دامن عصمت پر کسی امیر مکروہ کی گرد نہ آسکی - آپ مقام حق الیقین کے صدر نشین ہیں اور وما غوی کی اس طرح تشریح ہوگی کہ حضورؐ ہمیشہ رشد و ہدایت کے اعلیٰ مقام پر متمکن رہے - گویا آپ بیک وقت رو بہ خالق و خلق رہے - اعتقاد فاسدہ کا خفیف شائبہ بھی آپ کے حاشیۂ بساط تک نہ پہنچ سکا - ازاں بعد اس کی تصدیق ان زوردار الفاظ سے کی جا رہی ہے کہ میرا محبوب تو علم وعمل کی وہی بات کرتا ہے اسے وحی کی جاتی ہے - گویا حضورؐ کی حضوریٔ حق میں مکمل عائلی ثابت کی جا رہی ہے۔ نفس کا اعلیٰ ترین مرتبہ بھی تو یہی ہے کہ وہ اپنی خواہشات قطعی طور پر ترک کر دے - صاحب روح البیان نے اس کی تشریح لطیف پیرایہ میں کی ہے - وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے عارفان راہ طریقت کی چشم بصیرت نے مشاہدہ کر لیا کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال میں فناء کے اعلیٰ مقام پر پہنچ چکے تھے اور حضورؐ کا باقی کچھ نہ رہا تھا۔

شدید القویٰ

سے بھی بعض مفسرین نے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد لیا ہے لیکن جمہور کا اتفاق اس بات پر ہے کہ اس سے مراد قادر مطلق کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے جس نے بے واسطہ حضورؐ کو تعلیم فرمائی۔

فاستویٰ

کا عامل بھی بعض مفسرین نے حضرت جبرائیلؑ کو قرار دیا ہے۔ ہر چند یہ سچ ہے کہ حضرت اقدسؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھا ہے لیکن اس آیت سے اس حقیقت کے اظہار کی خواہش ظاہر نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اس حدیث شریف میں (جس کی بنا پر اس کی یوں تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے) یہ مرقوم ہے کہ اس حدیث کا محل وقوع اس آیت سے وابستہ ہے۔ لہٰذا ظاہری صورت میں بھی فاستویٰ سے مراد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکانِ عالی اور منزلتِ رفیعہ میں استویٰ فرمانا ہے۔ حضورؐ نے افق اعلیٰ پر استویٰ فرمایا یعنی افق اعلیٰ کا قصد فرمایا جہاں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام جاکر رُک گئے اور پکار اُٹھے۔

اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغِ تجلّی بسوزد پرم

لیکن مہمانِ شبِ اسریٰ افق اعلیٰ پر پہنچ گیا۔

ثم دنیٰ فتدلّٰی

پھر جب حضور ذوق لسموات پر پہنچے توجّہی ربانی آپ کی طرف ملتفت ہوئی اور اس طرح آپ حضرت حق کے قُرب سے مشرف ہوئے یا یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرمؐ کو اپنے قُرب کی نعمتوں سے بکمال محبت نوازا۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ربوبیت میں مقرب ہو کر سجدۂ اطاعت و تشکر ادا کیا۔ حضرتؐ کے اس فعل نے قرب کو غایت کے مقام پر پہنچا دیا۔ گویا پہلے قرب قابَ قوسین تھا لیکن یہ اقدام قرب کو اَو اَدنیٰ تک لے گیا۔ جہاں مکان و زماں اور فاصلے وغیرہ کا تعیّن حضرت انسان کے نارسا ذہن کے بس کا روگ نہیں ہے۔

فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ

جو باتیں ہوئیں سو ہوئیں لیکن وحی کا واسطہ برقرار رکھا گیا۔ یہ واسطہ کون تھا۔ کیا تھا؟ ایک ایسا عقدہ لاینحل ہے جو شاید لقاء ربی کے موقعہ پر ہی شائقوں پر کُھل سکے۔

ہر چند یہ باتیں راز ہائے سربستہ ہیں جن کو خدا اور اس کے رسولؐ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تاہم ہر ایک نے اپنی بساط کے مطابق خیال آرائی ضرور کی ہے۔ چنانچہ صاحب روح البیانؒ نے احادیث نبویؐ سے اخذ کر کے چند نہایت لطیف اشارات لکھے ہیں اور بتایا ہے کہ وہ کئی قسم کے علوم تھے مثلاً

۱۔ علم شرائع و احکام :۔ اس کی سب کو تعلیم کی جاتی ہے۔

۲۔ معارف الٰہیہ :۔ یہ خواص کو بتلائے جاتے ہیں۔

۳۔ حقائق و نتائج علوم ذوقیہ :۔ یہ صرف خاص الخاص کو ہی تلقین کئے جاتے ہیں۔

۴۔ اسرار خصوصی :۔ یہ خدا اور رسولؐ کے ساتھ مختص ہیں۔ کوئی تیسرا ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم کے اندازِ سخن پر قربان جائیے بات یہیں چھوڑ نہیں دی گئی بلکہ اس سے آگے بھی اس کو بڑھایا گیا ہے تاکہ عوام کے شبہات کو دور کر دیا جائے۔

ماکذب الفواد ما رای

گویا یہ اسرار انہیں ہمارے محبوبؐ نے اپنے دل سے نہیں بنایا۔ اور نہ ہی یہ تخیل کی کرشمہ سازی ہے۔ حقیقت کو المنام نہ سمجھ بیٹھنا اور نہ ہی اسے خواب سے تعبیر کر لینا۔ یہ ایک ٹھوس حقیقت اور ہمارے محبوبؐ کا عینی مشاہدہ ہے جو ظاہر کی آنکھ سے بحالتِ بیداری دیکھا گیا۔ یہاں لفظ "رای" کو نظر انداز نہ کر دینا۔ جو ظاہری آنکھ کے مشاہدہ کی تصدیق کر رہا ہے۔ اگر کچھ تمہارا اشکال ہو تو سورۂ البقرۃ میں دیکھو کہ

واذ قال ابراھیم رب ارنی تحی الموتی

"اور جب ابراہیمؑ نے عرض کی کہ اے میرے رب مجھے دکھا دے تو کیونکر مُردے زندہ کرے گا۔"

یہاں حضرت ابراہیمؑ نے ارنی کہہ کر ظاہری آنکھ سے دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خالقِ کون و مکان کی قدرت کے فعل کا مشاہدہ مطلوب تھا۔ نہ صفتِ قدرت کا اور نہ ہی عین ذات کا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا متحمل جان کر دکھا دیا گیا۔ لیکن اس کے برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام لن ترانی کا زخم کھایا کہ انہوں نے رب ارنی کہہ دیا۔ گویا آپ صفت رب جو ذات کے قریب ترین ہے کے مشتاقِ دیدار ہوئے۔ جس کو سورۃ الاعراف میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ولما جآء موسی لمیقاتنا وکلمہ ربہ۔ قال رب ارنی انظر الیک۔ قال لن ترانی۔ ولاکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا ۝

"اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا۔ تو موسیٰ نے عرض کی کہ اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں (اللہ نے) فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا (اگر بہت مغلوب اشتیاق ہو تو) ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اسے پاش پاش کر دیا۔ اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔"

ان ہر دو مثالوں کو پیش کر کے واضح کرنا تھا کہ:۔

ا۔ جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ظاہری آنکھ سے بحالتِ بیداری ہوا۔ جس کے لئے لفظ "رای" استعمال ہوا ہے۔

ب۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام نے ایسی خواہش کا خود اظہار فرمایا۔ ایک نے صفتِ احیاء کے فعل کا مشاہدہ کرنا چاہا اور دوسرے نے صفتِ مجردہ کے روپ میں دیدار کا اشتیاق ظاہر کیا۔ لیکن حضور نبی آخر الزمان علیہ السلام اس مقامِ دیدار سے مشرف

الواالعبد فیہ تصور

ہیں جہاں صفات کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ذات عالم لامکاں میں ہے۔ پھر حضور نے کسی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ذات خود جمال پر مائل بکرم ہے۔

اس ارشاد کے بعد کہ یہ دیدار من گھڑت نہیں فرمایا جاتا ہے

افتمٰرونہ علیٰ ما یریٰ

”زما والو! تم میرے محبوب کے ایک بار دیکھنے پر جھگڑتے اور کٹ حجتی کرتے ہو حالانکہ

ولقد راٰہ نزلۃً اخریٰ

”اس جانِ محبوبیت نے اس جلوہ کو دو بار ملاحظہ فرمایا“

سو مقام وصال سدرۃ المنتہیٰ جس کے پاس جنت الماویٰ ہے تھا۔ پھر اس عطائے بے مثال سے فیض یاب ہونے والے کی قوت دید اور ظرف کی تعریف کی جاتی ہے کہ حضور شبستان صفات کے کسی حسن کو خاطر میں نہ لائے بلکہ ذات حق کی تجلیات میں ہی ہمہ تن محو نظر رہے اور لطف کلام کی کیفیات سے کما حقہ فیض یاب رہے۔ گویا فنا فی اللہ کے انتہائی مقام سے گذر کر بقا باللہ میں بھی باہوش رہ کر عبدیت کے انعام بے بہا سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صفت کی بالواسطہ تجلی سے غش میں آ گئے لیکن حضور بے واسطہ ذات کی تجلی میں محو نظارہ رہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو جمال
تو عین ذات می نگری در تبسمی

مازاغ البصر وما طغیٰ

اس انعام و اکرام اور تمائزت کی بخشش اور تعریف کے بعد اللہ کریم خود اپنی شہادت پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

لقد راٰی من آیات ربہ الکبریٰ

لوگو۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ میرے محبوب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور کائنات کے صاحب نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں (معراج کی رات) دیکھیں یعنی عجائبات ملک و ملکوت اور خدا کی بادشاہی کا ملاحظہ بچشم خود بیداری کی حالت میں فرمایا گیا اس طرح آپ کا علم تمام اسرار غیبیہ و ملکوتیہ پر محیط کر دیا گیا۔

سورۃ والنجم کی تشریح کے بعد اب آپ عنوان کردہ آیت کو دوبارہ پڑھیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسریٰ اور عبدہ اپنے دامن میں حکمت کے کیسے کیسے موتی لیے ہوئے ہیں۔ آغاز سخن میں حضور کو اپنے جسم اطہر کے ساتھ لے جانے کی بشارت ہے اور ازاں بعد آپ کو عبدیت کا انتہائی مقام عطا کر کے لوٹانے کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ اس سے شاید فرشتوں اور دوسروں پر واضح ہو گیا ہو گا کہ خاک کا پتلا منصب خلافت کے اہل تھا یا نہیں۔

دردؔ کاکوروی

نعت متعلق معراج شریف

نور والنجم سے ہے حسن مبیں آج کی رات
سایۂ سورۂ واللیل حسیں آج کی رات

حق کے محبوب - سرِ عرش بریں آج کی رات
بزمِ قوسین میں پردہ نشیں آج کی رات

مثل ان کا کہیں کوئی بھی نہیں آج کی رات
کہہ رہی ہے یہی مکے کی زمیں آج کی رات

ہے نہیں کوئی محمدؐ سا حسیں آج کی رات
خلوتِ حق میں جو ہیں عرش نشیں آج کی رات

مژدۂ وصل خداوند سنانے کے لئے
ملتے قدسوں سے ہیں پہ روح الامیں آج کی رات

مقتدی سارے نبی اور محمدؐ ہیں امام
بول اٹھی مسجدِ اقصیٰ کی زمیں آج کی رات

جلوۂ طور ادھر سے ابھی گزرا ہے براق
کہہ رہی تھی یہ ستاروں کی جبیں آج کی رات

سربسر سرِّ ما زاغ بصر غیب و شہود
کیوں نہ پھر ساری فضائیں ہوں حسیں آج کی رات

قاب قوسین کی خلوت کے تھے جتنے اسرار
آپ کا قلب بنا سب کا امیں آج کی رات

دیکھ کر شانِ نبی ہمتِ گردش نہ رہی
آ گئے سکتے میں افلاک و زمیں آج کی رات

خودبخود اٹھتے گئے سارے حجاباتِ مراد
جس قدر ہوتے گئے آپ قریں آج کی رات

ہوئی ادراک کی منزل کو بھی معراج نصیب
دل ہے مسرور کہ ہے علم - یقیں آج کی رات

قاب قوسین کی تصویر ہیں گویا آنکھیں
حق کے محبوب سا ہے کون حسیں آج کی رات

عاشقِ سرورِ دارین - خداوند جہاں
اور معشوقِ خدا - سرورِ دیں آج کی رات

صاف اوحیٰ کا ہے مطلب کہ نبی سے حق نے
غیب کی جتنی تھیں باتیں وہ کہیں آج کی رات

حق کھلاتا ہے مجھے - ہے یہ نبی کا ارشاد
پھر تو معراج بنی صرف نہیں آج کی رات

الغرض آپ نے معراج میں دیکھے واللہ
سب مقاماتِ حسیں خیر حسیں آج کی رات

بخشواتے رہے اللہ سے اپنی امت
[illegible] نہ ہیں سرورِ دیں آج کی رات

اشک آنکھوں سے رواں - بھول چلی ورد زباں
دردؔ مسرور ہے [illegible] قلبِ حزیں آج کی رات

کوکبِ ہدایت مولنا الحاج
پیر اللہ دتہ صاحب لائل پور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ } الحمد للّٰہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الکریم واٰلہ واصحابہ الذین فازوا علی الفوز العظیم۔

خالقِ ارض وسما کا لاکھ لاکھ شکر بلکہ بے حد وحساب شکر ہے جس نے ہمیں انسان بنا کر اشرف المخلوقات کے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (ترجمہ) ہم نے انسان (مرد وزن) کو احسن تقویم میں پیدا کیا۔ وصورکم فاحسن صورکم۔ اس نے تمہاری صورت بنائی پس اچھا بنایا اس تمہاری صورت کو۔

تمہید } قارئین کرام! یہ احسان عظیم فرمایا کہ پروردگار عالم نے اس محسن اعظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔ الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کلام میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

؎ حمد بے حد مر خدائے پاک را   آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

(ترجمہ) خدائے بزرگ وبرتر کی بے حد حمد وثنا جس نے مٹھی بھر خاک (انسان) کو ایمان جیسی نعمت غیر مترقبہ سے نواز کر آراستہ فرمایا۔

محترم ناظرین! رب تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عصر حاضر میں ایسا مرشد کامل بلکہ اکمل بخشا اس جیسا مادر گیتی نے جنم ہی نہیں دیا۔ بقول رئیس الاطباء حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ؎

جماعت علی شاہ فرخ نہاد   کہ مانند او بطن گیتی نزاد

(ترجمہ) مبارک خصلت والے جماعت علی شاہ مبارک اصل والا کہ ان کی مانند مادر گیتی نے جنم ہی نہیں دیا۔

اس حقیقت کو اہل اسلام نے عملی رنگ میں دیکھ لیا۔ چنانچہ بنارس یونیورسٹی اور کانفرنس شملہ میں بیک زبان اور متفقہ طور پر حضور کو امیر ملت کے خطاب سے منسوب کیا گیا۔ اب امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین پر اطاعت فرض ہے اور حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ہم کو وہ سبق دیا جس پر عمل پیرا ہونے سے دین اور دنیا کی فلاح وبہبود حاصل ہوتی ہے۔ دو جہان کی نعمتیں

ملتا ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد برائے بخشندہ

قارئین کرام: فقیر کا مضمون ذکر کے متعلق ہے لیکن مضمون شروع کرنے سے پیشتر فقیر خلفاء عظام کی طرف مخاطب ہوتا ہے جن کو حضرت امیر ملت رح نے دستار خلافت سے نوازا اور اس گدی پاک پر بٹھایا جس پر ہمارے سلسلہ کے شیوخ اور اکابر مقتدائے دین متمکن تھے ۔

سوالات :-

۱- کیا امیر ملت رح اولی الامر منکم میں شامل نہیں ؟

۲- کیا ان کی اطاعت ہم پر فرض نہیں ؟

۳- کیا امیر ملت رح نے وہ سبق نہیں دیا۔ جس سے تا قیامت تک نور علیٰ نور ہو۔

۴- کیا امیر ملت رح نے وہ سبق نہیں دیا جو نماز ، حج ، روزہ ، زکوٰۃ ، جہاد وغیرہ سب اعمال صالحہ کی جان اور روح رواں ہے

۵- کیا امیر ملت رح نے وہ سبق نہیں دیا جس کی خدا تعالیٰ خود مدح و تعریف فرشتگان الٰہی میں فرماتے ہیں۔

۶- کیا امیر ملت رح نے وہ سبق نہیں دیا جس پر عمل کرنے سے آپ کو رب تعالیٰ دوست بنالیں ۔ (طہارت)

۷- کیا حضرت امیر ملت رح نے آپ حضرات کو اپنے سینے مبارک سے لگا کر آپ کا سینہ منوّر نہیں کیا۔

ہمارے پیارے پیر بھائیوں سے ہمارے خلفائے کرام اگر ان سب سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو آپ پھر کیوں رسالہ انوار الصوفیہ سے نفرت کرتے ہیں اور نعوذ باللہ اس رسالے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھ کر اس کی خریداری سے کیوں انکار کرتے ہیں ۔ اسی رسالہ کے متعلق حضرت امیر ملت رح کے ارشاد گرامی کو پڑھ کر آپ جیسے حضرت امیر ملت رح کے متوالے اور پروانے اس کو سینے سے لگا کر اپنے متوسلین کے لئے نمونہ ثابت ہوں ۔ میرا اللہ میری اس دعا کو قبول فرمائے ۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

برادران محترم! ذکر کے متعلق فقیر نے حضرت امیر ملت رح کی زندگی پاک پر ایک مضمون رسالہ انوار الصوفیہ میں شائع کیا تھا۔ حضور پُر نور نے سن کر فرمایا کہ حاجی صاحب نے یاران طریقت پر بہت احسان فرمایا ہے چنانچہ یہی پیغام مکرمی الحاج حافظ سید پیر خادم حسین شاہ صاحب فقیر کے پاس خود سیال کوٹ پہنچے اور فرمایا کہ حضور پُر نور بہت خوش ہوئے ہیں ۔ اس کے بعد چند ایک بار وہی مضمون مکرر شائع ہوا۔ اب پھر فقیر جملہ اہل اسلام اور اہل ایمان کے لئے بالخصوص

یاران طریقت کے لئے یہ مضمون انشاء اللہ الرحمن نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اصل مضمون آئندہ اشاعت میں دیکھیں۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

۱۔ ذکر ہی اہل ایمان کا زادِ راہ ہے۔ جسے لے کر وہ سفر کیا کرتے ہیں۔

۲۔ ذکر ہی وہ پاسپورٹ ہے جسے دکھا کر وہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

۳۔ ذکر ہی دلوں کی زندگی ہے۔ جس کے بغیر بے روح رہ جاتے ہیں۔

۴۔ ذکر ہی وہ ہتھیار ہے جس سے رہزنوں اور دشمنوں کو نہایا جاتا ہے۔

۵۔ ذکر ہی وہ پانی ہے جس سے دل کی آگ بجھائی جاتی ہے۔

۶۔ ذکر ہی وہ دوا ہے جس سے باطن کا روگ دور کیا جاتا ہے۔

رب تعالیٰ کا حکم متعلقہ ذکر

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (احزاب ع ۵) ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کیا کرو بہت ذکر کرنا۔

ہمارے گوہر فرماتے ہیں جس کاغذ کی قیمت -/۱۵ روپے رم تھی آج اس کی قیمت -/۵۰ روپے ہے۔ خلفائے کرام ہمارے گوہر یکتا کے ساتھ تعاون فرما کر حضرت امیر ملت کی روح پاک کو خوش کرنے کی کوشش فرمائیں۔

روئیدادِ عرس شریف

زیرِ صدارت حاجی پیر سید نذر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی علی پوری و حضرت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب بمقام کبل (علاقہ تربیلہ) میں اس سال بھی ۱۴ر اگست ۱۹۷۱ء کو اعلیحضرت عظیم البرکت زبدۃ العارفین، عمدۃ الکاملین حضور قبلہ عالم امیر ملت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کا عرس شریف منعقد ہوا۔ یہ عرس شریف حضرت قبلہ صاحبزادہ پیر سید نذر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے اہتمام سے کئی سالوں سے ہو رہا ہے۔ حسب دستور اس سال بھی نہایت شان و شوکت سے منایا گیا۔

عرس شریف کبل کی جامع مسجد میں بوقت عشاء شروع ہوا۔ جس میں علاقہ تربیلہ اور مقامی لوگوں کے علاوہ پشاور،

راولپنڈی ہری پور ہزارہ - قصور - مانسہرہ - سیالکوٹ اور دیگر مقامات سے لوگ آئے ہوئے تھے - لوگوں کا اجتماع دیکھ کر حضرت امیر الملت کی تبلیغی زندگی اور مخلوقِ خدا کی رہنمائی کے تصورات سامنے آجاتے تھے اور دیکھنے والے کو حیرت ہوتی تھی کہ اس دُور افتادہ علاقہ میں کیسے اس شہنشاہ ولایت نے مصائب اور تکالیف کے باوجود تبلیغ دین و اسلام کی خدمت سرانجام دی ہے اور اپنی ابدی صداقتوں کی طاقت سے لوگوں کے قلب و نظر کا تزکیہ کرکے ان کے سینوں کو مذہب کے نورانی رُوح سے مالامال کر دیا ہے۔

چونکہ حاضرین وعقیدت مندوں کی تعداد کافی تھی لہٰذا کھانے کا وسیع انتظام کیا گیا - روٹی گوشت کے علاوہ چودہ دیگیں پلاؤ اور زردے کی پکائی گئیں اور بوقت عصر مہمانوں کی خوب خاطر و تواضع کی گئی - علاوہ ازیں گاؤں میں بھی چاول تقسیم کئے گئے۔

بعد از نماز عشاء جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی - پہلے تبرکاً قرآن پاک کی تلاوت حافظ محمد اقبال متعلم مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف نے کی - اس کے بعد صوفی محمد صابر صاحب قصوری نقشبندی نے حضرت امیر الملت رح کی شان میں نعت پڑھی - پھر تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا - پہلے مولانا عطا محمد صاحب مدرس مدرسہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ نے مختصر تقریر کی ان کے بعد مولانا غلام رسول صدر مدرس دارالعلوم نقشبندیہ دربار عالیہ علی پور شریف نے بیان کیا جس میں حضرت امیر الملت رضی اللہ عنہ کے اقوال مبارکہ و کرامات کا بھی ذکر کیا - بعد ازاں مولانا مولوی محمد شریف نقشبندی جامع مسجد ڈسکہ نے ادب کے موضوع پر بیان فرمایا - آخر میں حضرت مولانا مولوی عبدالمالک صاحب خطیب مانسہرہ نے اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض فرمایا - دوران جلسہ ہر مقرر کو حاضرین کی طرف سے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کے ساتھ داد ملتی رہی - حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب نے دعا فرمائی اور جلسہ ختم ہوا۔

صبح کے وقت جب مہمان حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی سے اجازت لے کر رخصت ہونے شروع ہوئے تو تمام کو تبرک دیا گیا - خصوصاً علمائے کرام کو نہایت احترام و اعزاز سے رخصت کیا گیا - اللہ تعالیٰ قبلہ صاحبزادہ کی عمر میں ترقی اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

اخبار آستانہ عالیہ علی پور سیداں

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شمس الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب علی پور سیداں رونق افروز ہیں۔ آپ موسم گرما علی پور شریف میں ہی مقیم رہے۔ الحمد للہ آپ کی صحت بہت اچھی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند رکھے اور یہ چشمۂ فیض و کرامت جاری رہے۔ آمین

حضرت جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب، حضرت معین الملت پیر سید حمید حسین شاہ صاحب اور حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب اور حضرت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب آستانہ عالیہ علی پور شریف تشریف فرما ہیں۔ ۱۳ اگست کی شب کو حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف منعقد ہوا۔ یارانِ طریقت نے پاکستان کے طول و عرض سے شرکت کی۔

حضرت جوہر الملت مدظلہ العالی کے پاؤں کو کچھ شکایت رہتی ہے۔ بعض وقت سرد ہو جاتے ہیں اور درد محسوس کرتے ہیں۔ آپ کا ارادہ ہے کہ حکیم صاحب رؤوس والوں سے گھر میں رہ کر ماء الجبن کروائیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ آمین

روضہ شریف کے چاروں مینار مکمل ہو گئے ہیں اب اندر سے صفائی اور نقش و نگار کا کام شروع ہے۔ حضرت الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب نے رسالہ انوار الصوفیہ کے لئے خریدار بنانے کی مہم کو تیز تر کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ امید ہے آپ کے اس عزم سے رسالہ انوار الصوفیہ مدارجِ ترقی پر عروج کرتے ہوئے قابلِ رشک بلندی تک پہنچے گا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس دودمان عالی تبار کو اعلیٰ مراتب عطا کرے اور تشنہ کام طریقت اس چشمۂ فیض سے دائماً سیراب ہوتے رہیں۔ آمین ثم آمین

ایک نئی کتاب

"ایضاح الحق" مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب۔ قیمت ۵۰ پیسے

اس کتاب میں حضرت مولانا نے علماء دیوبند اور علماء بریلی کے متنازع فیہ چند مسائل کا موازنہ کر کے انہیں کی کتابوں کی عبارتوں سے ثابت کیا ہے کہ علماء بریلی اہل سنت و جماعت کے عقائد و مسائل حق پر مبنی ہیں اور دیوبندی علماء کی کتابوں کی عبارتیں منجر الی الکفر ہیں۔ لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ مکتبہ انوار الصوفیہ سے یہ کتاب دستیاب ہو سکتی ہے۔ ایک سو نسخ خریدنے والوں کو ۳۳ فیصد کمیشن دیا جائے گا۔ تبلیغ کے لئے زکوٰۃ کے روپیہ سے ایک سو نسخہ خرید کر غرباء میں تقسیم کرنے سے دو چند ثواب ملے گا۔

عرس شریف علی پور سیداں شریف میں ۳۰-۳۱ اگست کی درمیانی شب کو نہایت اچھے طریقے سے فخر العلما حضرت مولٰنا الحاج سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حسب دستور سابق سالانہ عرس شریف منایا گیا۔ پاکستان کے طول و عرض سے یارانِ طریقت نے شمولیت کی عشاء کی نماز کے بعد قریباً ۹ بجے جلسہ کی ابتدا قرآن مجید کی تلاوت سے ہوئی۔ مختلف نعت خوانوں نے نعتیں اور مناقب ترنم سے پڑھے اور چند علماء نے جن میں حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں اور جناب مولانا محمد شفیع صاحب اور جناب صاحبزادہ ظہور احمد شاہ صاحب قابل ذکر ہیں وعظ کیا۔ قریباً ایک بجے رات کو یہ جلسہ صلوٰۃ وسلام پر اختتام پذیر ہوا۔

عرس شریف موضع مقبول پور ضلع لائل پور میں پیر سید الحاج محمد طفیل شاہ صاحب کے زیر اہتمام حسب سابق مورخہ ۵-۶ اکتوبر کو بڑی شان و شوکت سے سالانہ عرس شریف منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا الحاج جوہر الملت، حضرت مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب۔ حضرت مولانا علامہ الحاج صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب و دیگر علماء کرام اور نعت خوان حضرات شرکت کریں گے۔

رسالہ کی امداد جناب حاجی حافظ غلام نبی صاحب چک ۵۰ جنوبی نے دو خریدار عطا کئے۔ مولانا حاجی اللہ دد صابا صاحب نے مزید تین خریداروں کا چندہ مبلغ پندرہ روپے ارسال فرما کر رسالہ کی امداد فرمائی۔

جناب مولانا سید چراغ نبی شاہ صاحب نے بھی مزید تین خریدار عطا فرمائے ہیں۔ دیگر خلفاء ابھی تک خاموش ہیں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ وہ بھی رسالہ کی توسیع اشاعت کی طرف دستِ تعاون دراز کریں۔

جناب محمد اسمٰعیل صاحب نے مبلغ دس روپے بمد زکوٰۃ رسالہ کی امداد کے لئے ارسال فرمائے۔

جناب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ ہری پور نے مبلغ ۱۰ روپے بمد زکوٰۃ رسالہ کی امداد کے لئے ارسال فرمائے۔ اس رقم سے پانچ مستحقین کے نام ایک سال کے لئے رسالہ جاری کیا گیا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ امداد کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا کرے۔ آمین۔

حضرت مولٰنا الحاج محمد ادریس صاحب مقیم لیہ نے مبلغ چالیس روپے ارسال فرمائے جن سے آٹھ مستحقین کے نام ایک سال کے لئے رسالہ انوار الصوفیہ جاری کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ حاجی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اطلاعات حلقہ ہائے ذکر

راولپنڈی میں ہر جمعرات کو بعد از نماز مغرب جناب محمد امین صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر جناب خلیفہ مجاز ڈاکٹر غلام یاسین صاحب کی زیر قیادت حلقۂ ذکر کے لئے یارانِ طریقت کا اجتماع ہوتا ہے جس میں ختم خواجگان شریف پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد نعت خوانی اور وعظ ہوتا ہے۔ بعد ازاں صلوٰۃ وسلام پڑھ کر دعا مانگی جاتی ہے۔

کوہاٹ میں ہر جمعہ کی نماز کے بعد بابو غلام حسین صاحب کے مکان پر حلقۂ ذکر کے لئے اجتماع ہوتا ہے حسب پروگرام اس میں تلاوت قرآن۔ نعت خوانی۔ وعظ ہوتا ہے اور ختم خواجگان پڑھا جاتا ہے۔ یارانِ طریقت کثیر تعداد میں شوق سے شمولیت کرتے ہیں۔

قصور میں ہر جمعہ کو مغرب کی نماز کے بعد حلقۂ ذکر وختم خواجگان جناب مولانا حافظ نور احمد صاحب کی زیر قیادت جامع مسجد میاں کالا مرحوم پڑھا جاتا ہے۔ یارانِ طریقت شوق سے حاضر ہوتے ہیں۔

لکھنے والے:۔ جو حضرات مضامین لکھ کر ارسال کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ خوشخط اور کاغذ کے صرف ایک طرف لکھا کریں۔ اور بین السطور برائے اصلاح جگہ چھوڑیں بعض حضرات کے مضامین کی سطور آپس میں اس قدر ملی ہوئی ہوتی ہیں کہ درمیان میں فرق نہیں ہوتا۔ اور بعض اتنا شکستہ لکھتے ہیں کہ نہ مجھ سے پڑھا جاتا ہے نہ کاتب سے، اگر لکھنے والے صاف اور خوشخط لکھیں گے تو اغلاط کا امکان بہت کم ہو گا۔ اُمید ہے ہماری اس استدعا پر غور کیا جائے گا۔

سلسلہ وعظ وتذکیر

الموعظۃ الحسنۃ

(علامہ عبدالرحمان صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور کتاب "نزہۃ المجالس" سے ترجمہ کرکے یہ مضمون لکھا گیا ہے)

حفظ امانت اور ترک خیانت اور عورتوں اور ان کے شوہروں اور طلاق کی مذمت اور لواطت کی قباحت اور زراعت کی فضیلت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم تمام امانتیں ان کے مالکوں کے حوالہ کرو۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ۔ اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

حکایت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے احیا میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا کہ وہ فلاں جگہ آپ کے پاس آئے گا۔ آپ نے بھی اس سے اس جگہ پر اس کا انتظار کرنے کا وعدہ فرمایا جب وہ شخص اپنے گھر میں آیا اور اپنے کاروبار اور مشاغل دنیوی میں مصروف ہوا تو وہ بھول گیا کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فلاں مقام پر ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب ایک دن اور ایک رات گذر گئی تو اچانک اس کو اپنا وعدہ یاد آیا وہ دوڑتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ آپ ایک دن اور ایک رات سے اسی جگہ اس کا انتظار فرما رہے ہیں۔ وہ رویا اور معذرت کی کہ حضور مجھ سے بھول ہو گئی ہے خدارا معاف فرمائیں۔ آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا اور وہ بھی محبت سے "اے جوان تو نے مجھے تکلیف دی خدا تجھے معاف کرے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت اسماعیلؑ کے حق میں فرمایا اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ۔ بیشک وہ سچے وعدے والا ہے۔ اس آیۃ کی تفسیر میں ایک یہ قصہ نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کہا تھا کہ آپ اس جگہ میرا انتظار فرمائیں یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آؤں۔ وہ شخص چلا گیا اور بھول گیا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا پھر یاد آیا اور وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپ وہیں تشریف فرما ہیں اور اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں نے اسی طرح ایک حکایت حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے متعلق بھی سنی ہے کہ ایک بار حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے آنے تک یہیں رہیں۔ آپ نے ایک سال وہاں گذار دیا۔ ایک سال کے بعد جب خضر علیہ السلام وہاں آئے تو آپ حسب وعدہ وہیں تشریف فرما تھے۔

سوال: تمام انبیا و رسل صادق الوعد ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خصوصیت کے ساتھ صادق الوعد کے ساتھ کیوں تعریف فرمائی گئی۔

جواب: اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے وعدے کا ایفا ایک بار نہیں بلکہ کئی بار وقوع میں آیا۔ اور اس لئے کہ آپ ابراہیم کے فرزند ہیں جن کے بارے میں اللہ نے (وابراھیم الذی وفی) فرمایا یعنی ابراہیم وہ ہے جس نے وفا کی۔

حکایت روض الافکار میں اس کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کے لئے اپنے شہر سے نکلا۔ رخصت ہوتے وقت چند لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس کو سلام عرض کرنے کے لئے کہا۔ اس نے وعدہ کیا کہ میں تمہارا سلام صدیق اکبر کی خدمت میں ضرور پہنچاؤں گا۔ جب مدینہ منورہ میں آیا تو اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بھول گیا۔ زیارت روضۂ اطہر سے فراغت پاکر جب وہ اپنے گھر کو لوٹا اور بہت سی مسافت طے کر کے مدینہ منورہ سے دور آ گیا تو اچانک اس کو یاد آیا کہ اس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ وہ پھر مدینہ کی طرف لوٹا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان لوگوں کا سلام آپ کو پہنچایا۔ اتنے میں جو قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوا وہ بہت دور نکل گیا اور یہ تنہا رہ گیا۔ مایوس ہو کر حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مطہرہ کے قریب آ کر سو گیا۔ خواب میں اس نے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر کو کہا وعدہ پورا کرنے والا یہی شخص ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا اور اوپر اٹھایا۔ اس کے بعد وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں پایا۔ اس کے بعد وہ آٹھ روز مکہ میں رہا اور پھر اپنے شہر گیا۔

فائدہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا: سورہ براءت میں تفسیر العلائی میں میں نے پڑھا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ ہم ایک جماعت کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے منافقوں کی تین خصلتیں بیان فرمائی ہیں (۱) جب وہ کلام کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔ (۳) اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)